

بلوچستان صوبائی اسمبلی

سرکاری رپورٹ رسولهوان اجلاس

مباحثات ۲۰۱۰ء

﴿اجلاس منعقدہ ۰۵ اپریل ۲۰۱۰ء برطابن ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ پروز سوموار﴾

نمبر شمار	مندرجات	صفہ نمبر
1	تلاوت قرآن یا ک اور ترجمہ۔	2
2	وقفہ سوالات۔	3
3	رخصت کی درخواستیں۔	4
4	قانون سازی۔	10
5	تحریک التوانہر ۴ مجانب شیخ جعفر خان مندوخیل۔	12
6	مشترکہ قرارداد نمبر ۵۴ مجانب ڈاکٹر فوزیہ مری (مشیر برائے وزیر اعلیٰ)۔	47
7	مشترکہ قرارداد نمبر ۵۵ مجانب محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پراسکیوشن)۔	55
8	مشترکہ قرارداد نمبر ۵۶ مجانب مولانا محمد سرور موسیٰ خیل (وزیر آپاٹی و برقيات)۔	70
9	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	80

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ ۰۵ اپریل ۲۰۱۰ء بہ طبق ۱۹ / رنچ الثاني ۱۴۳۱ھ بروز سوموار بوقت صبح ۱۱ بجھر ۳۵ منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سید مطیع اللہ آغا، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا إِلَيِّ الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ أَحْصَبُهُمْ وَعَدَّهُمْ
عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ أُتِيَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرُدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلْحَتِ
سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ -

(پارہ نمبر ۶۱ سورہ مریم آیت نمبر ۹۲ تا ۹۳) ﴿﴾

ترجمہ: آسمان و زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب اللہ کے غلام بن کر ہی آئے
والے ہیں۔ ان سب کو اس نے گھیر کھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔
یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔ بیشک
جو ایمان لائے ہیں اور جہنوں نے شائستہ اعمال کیئے ہیں ان کے لئے اللہ رحمن محبت
پیدا کر دیگا۔ وَمَا عَمَلْيْنَا إِلَّا أَبْلَاغٌ -

وقفہ سوالات

جناب ڈپٹی سپیکر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر آغا عرفان صاحب اپنا سوال نمبر پکاریں۔
ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب سپیکر! سوال نمبر ۱۷۲۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی وزیر معدنیات صاحب!

۱۷۲ ڈاکٹر آغا عرفان کریم:

کیا وزیر معدنیات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت بلوچستان نے حکومت چلی کے ساتھ ضلع چاغی میں ریکوڈ کر کے مقام سے نکلنے والے سونے تانبے کے ذخیر کی بابت کوئی معاہدہ کیا ہے؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ معہدہ کن کن شرائط پر کیا گیا ہے اور اس معہدہ سے صوبہ کے عوام کو کون کون نے فوائد حاصل ہوں گے۔ نیز طے شدہ معہدہ کی تفصیل بھی دی جائے؟

وزیر معدنیات:

حکومت بلوچستان اور حکومت چلی کے ساتھ اس قسم کا کوئی معہدہ تاحال طنہیں پایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ جی آغا عرفان صاحب کوئی سلیمنٹری؟
ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب! ہمارے وزیر صاحب نے جواب دیا ہے کہ حکومت بلوچستان اور حکومت چلی کے ساتھ اس قسم کا کوئی معہدہ تاحال طنہیں پایا۔ اور میرا سوال یہ تھا کہ (الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت بلوچستان نے حکومت چلی کے ساتھ ضلع چاغی میں ریکوڈ کر کے مقام سے نکلنے والے سونے تانبے کے ذخیر کی بابت کوئی معہدہ کیا ہے؟ جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ یہ معہدہ اُسوقت ہوا جب کینٹ میٹنگ ہوئی تھی میرے خیال میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ اسکو کینسل

کیا جائے جو معاہدہ چلی حکومت کے ساتھ ہوا ہے۔ لیکن گزشتہ کوئی میں دن پہلے اخباروں میں ہمارے چیف منشی نواب ریسینی کی طرف سے تھا کہ چلی حکومت کو صرف یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی ڈرلنگ کا کام کرے اور مزید ان کے ساتھ کوئی اور کام نہیں کیا جائے۔ تو جناب اسمبلی مکمل جواب نہیں دیا گیا ہے۔ تو میں اس حوالے سے کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں details کیوں نہیں دی گئی ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی منشیر صاحب!

میر عبدالرحمن مینگل (وزیر معدنیات): جناب سپیکر! حکومت چلی سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ البتہ ملٹی نیشنل کمپنی سے صرف exploration کے لئے ڈرلنگ کے لئے ہوا ہے اور کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: سر! ڈرلنگ کیلئے ملٹی نیشنل کمپنی بھی چلی گورنمنٹ سے ہے۔ تو میں نے چلی حکومت کا اسلئے ذکر کیا کہ وہ حکومت ہے سر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی منشیر فناں۔

میر محمد عاصم کردگیلو (وزیر خزانہ): جناب سپیکر صاحب! پہلے دنوں چیف منشیر صاحب اسلام آباد میں تھے میں بھی وہاں تھا چلی کے ملٹی نیشنل کمپنی والے آئے تھے جیسے ہمارے منشیر میر عبدالرحمن صاحب فرمارہے ہیں کہ اس میں صرف ڈرلنگ کے لئے mining کے لئے ہمارے چیف منشیر صاحب نے ان سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی authorization یا آپ کو کوئی NOC دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس نہ کوئی ایگر یہ نہ ہے نہ کوئی معاہدہ ہے۔ انہوں نے خود ہی تسلیم کیا اُنکے ساتھ mining کا کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا، جی وقفہ سوالات ختم۔ سپیکر ٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سپیکر ٹری اسمبلی: محمد یونس ملازی صاحب، وزیر نے کراچی جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میر ظفر اللہ زہری صاحب، وزیر نے سرکاری کام سے اسلام آباد جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میر محمد امین عمرانی صاحب، وزیر نے ڈیرہ مراد جمالی جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میر محمد صادق عمرانی صاحب، وزیر نے سرکاری دورے پر جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

محترمہ زرینہ زہری صاحبہ، مشیر برائے وزیر اعلیٰ نے نجی کام کی وجہ سے آج کے اجلاس کے لئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

میر امان اللہ نو تیزی صاحب، وزیر نے کوئی سے باہر جانے کی وجہ سے آج کے اجلاس کیلئے رخصت کی درخواست دی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصت منظور کی جائیں؟
(رخصتیں منظور ہوئیں)

بھی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت و حرفت): بڑی مہربانی جناب! میں اپنی معلومات کیلئے اور اس ایوان کی معلومات کیلئے معزز منستر خزانہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسوقت تو وہاں کام ہو رہا ہے۔ اگر کسی قسم کا ایگر یمنٹ کسی ایجنسی کے ساتھ، گورنمنٹ کے ساتھ یا کسی پرائیویٹ کمپنی کے ساتھ اگر نہیں ہے تو یہ کام کس بنیاد پر ہو رہا ہے؟ صرف اسکی وضاحت اگر کر دیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بھی منسٹر فناں!

وزیر پرخزانہ: جناب سپیکر صاحب! ہمارے colleague سید احسان شاہ صاحب کی شائد سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہاں صرف exploration ڈرلنگ کا کام ہو رہا ہے اُسے این اوسی مائنگ کیلئے نہیں دیا گیا ہے۔

وزیر صنعت و حرفت: لیکن میں یہ وضاحت چاہتا ہوں کہ ڈرلنگ جو ہو رہی ہے وہ کس ایگر یمنٹ کے تحت ہو رہی ہے؟ وہ کیا ایگر یمنٹ ہے جس کے تحت، ورنہ دیکھیے جناب! باہر سے کوئی آ کے 10 ملین اگر پاکستانی روپوں میں ہم دیکھیں تو پانچ، چھارب روپے بنتے ہیں۔ اتنی رقم بغیر کسی ایگر یمنٹ کی کون سی کمپنی ایسی مہربان ہے ہمارے اوپر کہ آ کے لگا کے جائیگی؟۔ لہذا ڈرلنگ جو ہو رہی ہے تو اس کی وضاحت ہم چاہتے ہیں وہ ذرا بتا دیں۔

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب! ہم یہی وضاحت چاہتے ہیں ہمیں مکمل اسمبلی کو۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: excuse me ایک منٹ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر صاحب! میں اس کی وضاحت کروں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جی۔

وزیر خزانہ: میں اسکی وضاحت کروں کہ صرف ڈرلنگ کے لئے ایگر یہ نہ ہوا ہے مائنگ کا نہیں ہوا ہے۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا۔ ہو گیا۔ شاہ صاحب! ہو گیا۔

وزیر صنعت و حرف: کسی حد تک تو ہماری بات پر آگئے ہیں کہ۔۔۔۔ (مداخلت - شور)

وزیر خزانہ: جی ہاں صرف سروے کے لئے ڈرلنگ ہو رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا۔ ہو گیا۔ آپ سارے کھڑے ہیں یا۔ آپ تشریف رکھیں، ایک بات کریں۔ تشریف رکھیں۔ excuse me ایک منٹ۔ تشریف رکھیں۔۔۔۔ (مداخلت) نہیں ہو گیا، ہو گیا انہوں نے آپ کو جواب دے دیا۔

میرا سدال اللہ بلوچ (وزیر زراعت): جناب سپیکر صاحب! ریکوڈ کیا ہے ایک اہم نوعیت کا معاملہ ہے اس پر کافی بحث ہوئی ہے سب دوستوں نے اظہار خیال کیا آپ ہمیں اس پر کچھ تو بولنے دیں۔ جناب سپیکر صاحب! Thank you آپ کی مہربانی۔ بلوچستان کی جو سورزاں ہیں بلوچستان کی سرزی میں کے سینے پر دفن جوسنا اور چاندی کا سب سے بڑا جو ڈپاٹ ہے اس کو پچھلی گورنمنٹ نے کوڑیوں کے دام اس ملٹی نیشنل کمپنی کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ یہ جو ہماری گورنمنٹ آئی کیبینٹ میں بھی فیصلہ ہوا۔ یہاں دوست قرارداد بھی لائے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ہم اس کو کیپسول کریں گے ہم وہ کام نہیں کریں گے جو سورزاں میں کے خلاف ہے۔ ہم دوسرے ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفادات کیلئے اُنکے کبھی نو کرنہیں بنیں گے۔ ہم اپنی سورزاں میں کے جتنے بھی ڈپاٹ ہیں اس سورزاں کے لوگوں کیلئے خرچ کریں گے۔ اسکے بعد یہ ہوا سر! کہ وہی کمپنی نے ساری چیزیں بنانے کے اثر نیشنل منڈی میں بھیجنے کیلئے جب کہا تو چلی کی کمپنی نے وہ دوارب ڈال میں لے لیں۔ ابھی جب یہ کہہ رہے ہیں کہ ڈرلنگ ہو رہی ہے یہ کس نوعیت کی کس طریقے سے؟ یہاں تک کہ ریکوڈ کے جناب! ریکوڈ کے حوالے سے یہاں کچھ لوگ آئے تھے انہوں نے lobbying کی۔ ہر جگہ

گئے تھے کہ ایک کروڑ ڈالر دیں گے ہمیں کام start کرنے دیں۔ یہ ایک نوعیت کی چیز ہے سر! اس کو کلیئر کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب اسد بلوچ صاحب! آپ منظر ہیں آپ یہاں اعتراض نہیں کر سکتے۔ آپ کیبینٹ میں یہ بات اٹھائیں۔ لہذا اسمبلی میں آپ یہ بات نہیں کر سکتے۔ جی سردار شناع اللہ صاحب!

سردار شناع اللہ زہری (وزیر ایں ایڈجی اے ڈی) : جناب سپیکر! آغا صاحب نے تو بڑا چھا کوچھن کیا ہے لیکن جس طرح ہمارے دوستوں نے کہا۔ اسد جان نے کہا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ یہ اہم نوعیت کا منسلک ہے اس پر بات کرنی چاہیے۔ اب exploration اور ڈرلنگ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اس کی بھی تو وضاحت ہونی چاہیے کہ ایکسپلوریشن کیا ہوتی ہے ڈرلنگ کیا ہوتی ہے وہ already وہاں کام کر رہے ہیں اور انہوں نے وہاں 10 میلیون ڈالرز لگائے ہیں جن کو اگر ہم rupees میں count کریں تو وہ بلینز میں بنتے ہیں۔ اگر ان کو ہم پاکستانی روپوں میں کاؤنٹ کریں تو وہ اربوں روپے بنتے ہیں۔ پانچ، چھارب روپے انہوں نے لگائے ہیں۔ وہاں پر وہ ڈرلنگ کر رہے ہیں اس میں فرق ہے۔ seismic survey یہ ہے کہ آپ صرف سروے کرتے ہیں۔ آپ اس ایسے کو دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا ہے تیل ہے، گیس ہے گوئی ہے کا پر ہے پھر آپ حکومت پاکستان کو بتاتے ہیں یا اس کو بتاتے ہیں۔ دوسرا بات یہ ہے کہ اب جو چلی گورنمنٹ ہے، پچھلی گورنمنٹ میں شاہ صاحب وزیر خزانہ تھے ان کو بھی معلوم ہے کہ انہوں نے کوڑیوں کے دام اس کو خرید لیا ہے۔ اور وہاں وہ اپنا کام بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ as بلوچستانی یہ ہمارے ذخائر ہیں، ہمارے وسائل ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے ذخائر کو ہمارے وسائل کو، جس طرح اب 18 ویں ترمیم لارہے ہیں اُسی میں پچاس پرسنٹ صوبے کے ذخائر صوبے کے لوگوں کے اوپر خرچ ہو گے۔ ہمارے بلوچستان کے جو ذخائر ہیں وہ اُسکے عوام اُس کی پیلک کے اوپر خرچ ہوں۔ وہاں کے لوکل جہاں سے یہ نکل رہے ہیں وہاں کے مقامی لوگوں کو اسکا فائدہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اسمبلی میں ایک تفصیلی بحث ہونی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صحیح ہے۔ سردار صاحب! یہ بات کیبینٹ کی ہے۔ بہر حال یہ موقع میں سب کو دونگا۔ ابھی آغا عرفان صاحب ہو گیا۔ ابھی یہ ہے کہ وزیر۔۔۔۔ (مدخلت۔ آوازیں)۔

شہر صاحب! یہ بات کہنٹ کی ہے۔ آگئی وضاحت اسمبلی کے فلور پر آگئی۔ شہر صاحب! آپ کو جواب مل جائیگا، آپ تشریف رکھیں۔ جی منستر صاحب! صحیح ہے سب کو موقع دینے۔ (مداخلت)۔ ڈاکٹر آغا عرفان کریم: سر! اسمبلی بالکل مطمئن نہیں ہے۔ کوئی بھی مطمئن نہیں ہے۔ سر! آپ ہمیں مطمئن کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سب کو ہم بولنے دیں گے۔ اب ایک منٹ۔۔۔۔۔ (مداخلت) اُسکو بولنے دینے۔

میر عبدالرحمن مینگل (وزیر معدنیات): جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر معدنیات: ٹیکھیاں چلی کی کمپنی ہے۔ اس کو صرف exploration کیلئے لائنس دیا گیا ہے۔ ڈرائیور کر رہے ہیں اور اس میں 75% یہی کمپنی بزنس کر گی۔ 25% صوبائی گورنمنٹ۔ اس کے علاوہ کوئی اور معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ بغیر معاہدے کے وہ کام کر رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا ہو گیا منستر صاحب! جی مری صاحب!

میر شاہ نواز خان مری (وزیر کھیل و ثقافت): تو یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب میں ڈی جی ماکنز تھا۔ BHP ایک آسٹریلین کمپنی ہے، اُس نے یہ لیز پر لے لی تھی اس میں 25% گورنمنٹ آف بلوجستان کی بزنس تھی جو BDA کو دی گئی تھی۔ اور 75% BHP کی تھی۔ بعد میں ایکسپلوریشن لائنس ہم نے دیا۔ تو کام شروع کرنے کے بعد جب پروف ہو گیا کہ یہاں گولڈ اور کاپر اور الیمنیم اور سلوک کے ڈیپازٹس ہیں۔ تو پھر BHP والوں نے بہت ہوشیاری سے اور بہت چالاکی کے ساتھ اس کمپنی کو بغیر بلوجستان گورنمنٹ کی منظوری کے لندن میلے میلے رکیٹ میں لے گئے۔ وہاں جناب! انہوں نے اسٹاک ایکچین میں اسکے حصے بیج دیئے۔ اور اس میں صحیح حصہ وہ چلی کی ریکوڈ کمپنی نے لے لیئے۔ تو BHP نے تو اپنا کیش کر دیا، تھوڑی بہت ڈرائیور کرنے کے بعد۔ اب رہ گئی بلوجستان کی بات۔ اسیں بلوجستان کا 25 فیصد BDA والے own کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے ہم نے کہا جب تک بلوجستان کو 25% نہیں دیں گے ہم شریک نہیں کریں گے۔ تو اس طریقے سے بلوجستان کو دیئے۔ اب بلوجستان نے میرے خیال میں جہاں تک BDA کا تعلق ہے منستر بھی ہونگے۔ انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ تو اسوقت دو پوزیشنیں ہیں۔ ایک تو

ایکسپوریشن لائنس کمپلیٹ ہو گیا۔ اس کے کمپلیٹ ہونے کا مقصود یہ ہے کہ آپ نے ڈرائیگ کیا آپ نے کتنا وہاں سونا چاہندی یا اور کے کتنے ڈیپاڑس ہیں؟ انہوں نے اپنی ایکسپوریشن کمپلیٹ کی۔ اب سینئنڈ سٹرچ اس کے دواور سٹرچ آنے تھے۔ ایک تو یہ تھا کہ انہوں نے فیز یبلٹی رپورٹ بنانی تھی۔ فیز یبلٹی میں جی ایک آجاتا ہے مائنگ۔ مائنگ کرنا، ایک ایسے آپ اور کو ونگ کرتے ہیں اور دوسرا جو سیملنگ آتا ہے۔ جب اور کو آپ ونگ کر کے نکلتے ہیں اُسکو سیمیٹر میں ڈال دیتے ہیں۔ اور اس میں پھر اینٹ نکلتی ہیں جسمیں کا پر بھی ہوتا ہے گولڈ بھی ہوتا ہے مولی بلڈنگ بھی ہوتا ہے اور سلوو بھی ہوتا ہے۔ تو اینٹ کی صورت میں تو سیملنگ کے بعد ہمارا ایگر یمنٹ تو نہیں تھا اس وقت صرف یہ ایکوالیسٹر ٹیپا پھر آ جاتا ہے ریفائنگ میں یہ ہوتا ہے کہ اُسی جو کا پر بلڈر جس کو کہتے ہیں اُس کے اوپر ایک اور مشین میں ریفائن کر دیا جاتا ہے۔ تو اسیں سونا علیحدہ ہو جاتا ہے کا پر علیحدہ ہو جاتا ہے سلوو علیحدہ ہو جاتا ہے۔ تو انہوں نے ابھی کیا کیا جو فروز یبلٹی انہوں نے بنائی تو انہوں نے کہا کہ نہ تو ہم ریفائنگ کریں گے نہ سیملنگ۔ مائنگ کر کے اور کو تھوڑا بہت کم سٹریٹ کر کے تھوڑا ایک پائپ لائیں ہم اسکو کراچی لے جائیں گے اور پیچیں گے۔ exactly raw کنستریٹ کر کے لے جائیں گے۔ یہ دو چار چیزیں جی کلیسر ہیں۔ اسکے بعد ایک ایگر یمنٹ ہونا تھا۔ اُس ایگر یمنٹ کو گورنمنٹ آف بلوچستان اور جو مائنگ اوزر ہے اُس کے درمیان ہونا تھا ایک اور جس کو مائنگ ایگر یمنٹ کہتے ہیں وہ ابھی تک نہیں ہوا۔ کچھلی گورنمنٹ میں جو ہمارے چیف منسٹر صاحب تھے وہ چلی گئے۔ وہاں انہوں نے اپنی طرف سے باقاعدہ جو ڈرافٹ بنا اُس پر سائز بھی کیتے تھے۔ لیکن اللہ کی قدرت ہے بلوچستان کی شائد بچت ہو گئی کہ اُس پر signature موجود ہیں۔ تو اسیں completely implement ہو سکا۔ اسکے وقت اس کی یہ پوزیشن ہے کہ چلی والوں کو ۔۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جی ہو گیا۔

وزیر کھیل و ثقافت: چلی والوں کو مائنگ ایگر یمنٹ اور یہ فیز یبلٹی رپورٹ change کرنی چاہیے۔ بلوچستان کے جو 25% ہے وہ ابھی تک کلیسر نہیں ہے کہ وہ own کون کرتا ہے۔ اب انہوں نے پہلے تو ADB ہے۔ اب ڈیپارٹمنٹ کو اٹھا کے انہوں نے اپنے مائنگ ڈیپارٹمنٹ کو دے دیا ہے۔ اب منسٹر صاحب مجھ سے زیادہ well-aware ہو گے کہ What is

نہیں؟ اتنا پیسہ جو خرچ ہوا ہے اسکی کیا پوزیشن ہے۔ اور بعد میں یہ جوانپی رپورٹ ہے مانگ جو اگر یمنٹ ہے اسکی کیا پوزیشن ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: صحیح ہے صحیح ہے ہو گیا ہو گیا۔

وزیر معدنیات: جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر معدنیات: یہ لائنس خالی لائنس کیلئے اسکو دیا ہے ۲۰۱۱ء تک اسکو لائنس دیا گیا ہے ایکسپوریشن کیلئے باقی یہ ہے کہ یہ ڈپیپاٹ انکے لئے یہ ڈرلنگ کر رہی ہے کہ کتنا ڈپیپاٹ ہے اس میں۔ خالی اس کو ایک لائنس issue ہو گیا ہے۔ اگر یمنٹ کوئی نہیں ہوا ہے اس میں۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا ہو گیا۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر جی ڈی اے / بی سی ڈی اے): جوئی سی کمپنی ہے اس نے لندن میٹل مارکیٹ میں جو یہاں کے شیئرز یچے ہیں۔ تو یہ اسمبلی کو بتایا جائے کہ وہ کس کی اجازت سے یچے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلیدی صاحب! اسکی وضاحت ہو گئی۔

وزیر جی ڈی اے / بی سی ڈی اے: چونکہ یہ پچھلی گورنمنٹ کا کارنامہ ہے۔ اور اسکے آگے فاروق صاحب جو تھے۔ اسکو ہلا کے یہاں اُس سے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کس کے کہنے پے گئے یہ اگر یمنٹ کیا ہے اور کیوں کیا ہے؟ اور کس نے اسکو اجازت دی ہے کہ وہ بلوچستان کی معدنیات اور وسائل کے ساتھ اس طرح کامڈاک کرے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: صحیح ہے۔ جی۔

جناب اسفندیار کاکڑ (وزیر خوراک): اسی سوال پر گزارش یہ کرنی تھی کہ ہمارے بلوچستان میں مختلف ڈرلنگ اور ایکسپوریشن کمپنیاں ہیں انہوں نے کام کرنے کے لئے مختلف ایریاں الٹ کئے ہوئے ہیں۔ لیکن آج تک کسی پر بھی کام نہیں ہوا ہے۔ میں اس ایوان اور اسمبلی کے توسط سے یہ کہنا چاہتا ہوں جو لوگ کام نہیں کر رہے ہیں انہوں نے مختلف ایریاں الٹ کیئے ہوئے ہیں اُن کی

یہ الائمنٹ منسون کی جائے۔ جو کام کر رہے ہیں ان کو دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا۔ میں نے نوٹ کر لیا۔ اب وزیر داخلہ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کی بابت تحریک پیش کریں۔ جی فوز یہ مری صاحبہ! آپ پیش کریں۔

ڈاکٹر فوزیہ مری (مشیر برائے وزیر اعلیٰ، ممبر پاکستان نرنسنگ کونسل): میں ڈاکٹر فوزیہ مری، وزیر داخلہ کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کو فی الفور زیر غور لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کو فی الفور زیر غور لایا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔

بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کو فی الفور زیر غور لایا جاتا ہے۔ وزیر داخلہ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کے متعلق اگلی تحریک پیش کریں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ، ممبر پاکستان نرنسنگ کونسل: میں ڈاکٹر فوزیہ مری، وزیر داخلہ کی جانب سے تحریک پیش کرتی ہوں کہ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کو منظوکیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) کو منظوکیا جائے؟ تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان لیویز فورس کے مسودہ قانون مصدرہ ۲۰۱۰ء (مسودہ قانون نمبر ۵ مصدرہ ۲۰۱۰ء) منظور ہوا۔
(ڈیک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ جعفر خان مندوخیل صاحب اپنی تحریک التوانہ ۴ پیش کریں۔ ہو گیا۔
(مدخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: excuse me آپ۔ آغا عرفان صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

میر جبیب الرحمن محمد حسني (وزیری و اسا/QGWSP): جناب سپیکر! لیویز کے حوالے سے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ منظور ہو گیا۔ بھئی ابھی تک۔ یہ ہو گیا۔ جی جعفر مندوخیل صاحب! آپ

تحریک التوانہ ۴ پیش کریں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: میں اسمبلی قواعد انضباط کارمجریہ ۱۹۷۴ء کے قاعدہ نمبر ۷۰ کے تحت
--(مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ منظر فانس آپ تشریف رکھیں۔ جی جعفر صاحب!
تحریک التوانہ ۴ پیش کریں۔

تحریک التوانہ نمبر ۴

شیخ جعفر خان مندوخیل: میں اسمبلی قواعد انضباط کارمجریہ ۱۹۷۴ء کے قاعدہ نمبر ۷۰ کے تحت
ذیل تحریک التوانہ کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۰ء کو سیکرٹری تغیر نوٹرست
نے تغیر نوماذل اسکول تختانی کو بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں طلبہ و طالبات کا مستقبل بتاہ
ہونے کا خدشہ ہے۔ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر کے اس اہم اور عوامی نوعیت کے عامل مسئلے کو
زیر بحث لا یا جائے۔ (اخباری تراشہ مسلک ہے)

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ کیا محرک اس کی موضوعیت کی وضاحت کریں گے؟

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب! آپ دیکھیں صوبہ بلوچستان اسوقت پورے پاکستان میں تعلیم
کے لحاظ سے سب سے پیچھے ہے، کدھری اس کاریشو ۴۰% ہے کدھری پچیس فیصد۔ اگر حقیقت
دیکھی جائے، میں خود وزیر تعلیم رہ چکا ہوں اور ہمارے منظر صاحب تو موجود نہیں ہیں وہ اس
کی گواہی دینگے، بلوچستان میں تعلیم کاریشو پہلے سے ہی ۱۵% بھی نہیں ہے۔ وہ ۱۵% بھی ایسے
ہیں جو نوکری کیلئے آتے ہیں آپ ان سے کہیں کہ درخواست لکھ کر کے دیدیں تو وہ
application بھی نہیں لکھ سکتے ہیں۔ even graduate اے یا میڑک بھی۔

کچھ پرائیویٹ سکول ایسے ہیں یا کچھ بڑے ادارے ایسے ہیں جن کی اس صوبے کی تعلیم میں بہت
زیادہ contribution ہے۔ اور وہ صرف خدا کیلئے کام کرتے ہیں ٹرست کے تحت کام کرتے
ہیں، کوئی نفع کوئی چیز نہیں لیتے ہیں لوگوں سے چندہ لے کر انکو چلاتے ہیں۔ یہ تغیر نو سکول بھی میں
سمجھتا ہوں کہ ان میں سرفہrst ہے۔ جن کی خدمات بلوچستان کے لئے بہت زیادہ ہیں۔ یعنی کہ
جس وقت داخلے کا ٹائم آتا ہے میرے پاس سینکڑوں لوگ آتے ہیں کہ بھائی آپ کی فلاں جگہ
واقفیت ہے ہم کو داخلہ دلا دیں۔ لیکن آج جب وہ سکول یا وہ ٹرست کے تحت ماذل سکول جو ہے وہ

بند ہو رہا ہے۔ یہ صوبے کیلئے میں سمجھتا ہوں سب سے بڑی پریشانی ہے۔ اور اس صوبے کی تعلیم کے اوپر جو پہلے ہی زنگ زدہ ہے یعنی کہ اساتذہ کے خلاف اگر آپ پچھلے دونوں کا، معزز ممبر ان اگر توجہ دیں پسکر صاحب! ----

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جی۔

شیخ جعفر خان مندو خیل: صوبے کا تعلیمی ماحول پہلے ہی یہ ٹارگٹ فنگ کی وجہ سے انہتائی خراب ہو گیا ہے۔ جو قابل اساتذہ تھے کچھ کو مار دیا گیا ہے کچھ نہ کام چھوڑ دیا ہے کچھ صوبے سے باہر چلے گئے ہیں۔ اور اکثریت، آپ وزیر تعلیم سے اور چونکہ گورنر میرادوست ہے۔ گورنر ہاؤس میں آپ کی یونیورسٹیز ان کے اساتذہ کی اکثریت نے application دے دی ہے کہ ہمیں اپنے صوبے میں ٹرانسفر ہونے دیا جائے یا deputation پر جانے دیا جائے۔ جس طریقے سے ایک ماحول چل رہا ہے میں سمجھتا ہوں اگر اس کو نظرول نہیں کیا گیا یا اس کا کوئی تدارک نہیں کیا گیا تو آگے آپ کی تعلیم جو ۱۵% ہے وہ بھی ختم ہو جائیگی بلکہ یہ صوبہ بے تعلیم رہ جائیگا۔ آج کے دور میں ۲۰۱۰ء میں اگر کوئی صوبہ کوئی ملک بغیر تعلیم کے چل سکتا ہے تو یہ ناممکن ہے۔ تو اس وجہ سے مہربانی یہ ہو گی آپ کی اگر آپ اس ہاؤس کو اس کے اوپر بولنے کی اجازت دیں تا کہ اس اہم اور عوامی نوعیت میں ان تمام کے جذبات آئیں۔ سب سے پہلے میں سمجھتا ہوں جو عناصر اسوقت یا جو لوگ وہ ہمارے بھائی ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ایک تحریک چلا رہے ہیں بلوچستان کے حقوق کیلئے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ٹارگٹ فنگ اُس دعوے کی نفی ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر فناں۔ جی جعفر خان!

شیخ جعفر خان مندو خیل: ٹارگٹ فنگ یہ اُس دعوے کی نفی ہے۔ میرے اُن بھائیوں سے بھی یہ اپیل ہے درخواست ہے اگرچہ میں گورنمنٹ کا حصہ ہوں گورنمنٹ نے نظرول کرنا ہے۔ لیکن بہرحال بلوچستان کے ماحول اور بلوچستان کے قبائلی طرز، اُس میں ایک یہ انہتائی زیادہ اہمیت اختیار کیا جا رہا ہے کہ اساتذہ کی وجہ سے آپ کے تعلیمی ادارے بر باد ہو رہے ہیں۔ اور تعلیمی اداروں کی وجہ سے یہ صوبہ بر باد ہو گا۔ لہذا جو ان اساتذہ کو قتل کر رہے ہیں وہ صوبے کی خدمت نہیں، وہ سب سے زیادہ صوبے کو بر باد کر رہے ہیں۔ یعنی کہ ہر چیز کے rules of games ہوتے ہیں ہیں دشمنوں کے بھی rules of games ہوتے ہیں۔ لڑائی کے بھی rules of games

rules of game میں ان rules of games میں کدھری بھی یہ نہیں آتا ہے کہ آپ ایک ماہر تعلیم ایک استاد کو جس کی قدر پوری دنیا کرتی ہے آپ جا کر کے ان کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ resultant تغیرنو کیلئے یہ کام ہم کر رہے ہیں یا جن لوگوں کی تغیرنو کیلئے یہ کام ہم کر رہے ہیں۔ سب سے زیادہ وہی بلوجستان کے لوگ اُس سے متاثر ہو رہے ہیں۔ آج اکثریت طلباء اگر دیکھ لیں میرے پاس جو لوگ آتے ہیں کہ خدا کیلئے میرے لئے کوئی وظیفے کا بندوبست کر دوتاکہ میں جا کر سندھ میں داخلہ لے لوں پنجاب میں لے لوں صوبہ پشتوخوا میں لے لوں تو یہ حالت ہو گئی ہے۔ تو سب سے پہلے اس ہاؤس کے توسط سے پورے صوبے کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ایک تو اس چیز پر وہ لوگ جو کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ دنیا کے کسی rules of games میں نہیں آتے ہیں۔ ہر چیز فٹ بال آپ کھیلتے ہیں اُس کے rules ہوتے ہیں کوئی دوسرا گیم کھیلتے ہیں، دشمنوں کے اپنے rules کے بڑھے، عورت اور بچے کے اوپر ہاتھ نہیں اٹھایا جاتا ہے۔ اور ذاتی دشمنی باپ، بھائی جس کا قتل کیا ہوتا ہے وہ بھی اُس جگہ پر نہیں جاتا ہے جدھر اُس کو منع کیا جاتا ہے ہماری قبائلی روایات میں بھی، میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں سے منع کرتے ہیں ایک غریب استاد جو پڑھانے گیا اُس کو قتل کیا آپ دیکھ لیں کتنے استاد بلوجستان میں قتل ہوئے ہیں ابھی پچھلے دنوں پروفیسر فضل باری میرا خود استاد تھا اُس کا قتل ہوا۔ تو اُس سے اور insecurity ہے جو کہ بقا یا آپ کے استاد ادھر آپ کو نظر آ رہے ہیں یہ بھی جارہے ہیں اگر آپ اجازت نہیں دیں گے آخر چھوڑ کر کے چلے جائیں گے۔ تو الہذا میں سمجھتا ہوں کہ ہم کو قبائلی طرز و تغیر سے بھی اور حکومت کو بھی اسکی طرف جو پہلے، میں سمجھتا ہوں حکومت خود اس کی وجہ سے پریشان ہے اور کافی ان چیزوں کے اوپر حکومت نے توجہ دی ہے۔ میرا خود بھی چیف منستر صاحب کے ساتھ اس کے اوپر بات ہوئی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو اقدامات ابھی تک ہوئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔ اور اقدامات ان کے لئے ہونے چاہئیں۔ چاہے وہ قبائلی طور پر کریں چاہے حکومت کرے۔ اور یہ تغیرنو سکول اس کی تو میں سمجھتا ہوں سب سے زیادہ contribution ہے اگر یہ بند ہو گیا تو اس کے بعد اسلامیہ بند ہو گا گرانٹر بند ہو گا کونٹ بند ہو گا سینٹ مائیکل بند ہو گا۔ اس کے بعد جو دوسرے پرائیویٹ ادارے ہیں یہ سب بند

ہو جائیں گے۔ تو صریحاً بلوچستان ہم لوگ تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ہمیں نظر آ رہی ہے جیسے آنکھوں کے سامنے کوئی اندر ہیرا آ گیا ہواں کھائی کے اندر ہم لوگ گر رہے ہیں ایک دفعہ اس میں گر گئے تو پھر اس سے کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔ چاہے بلوچستان کو آزادی ملے چاہے بلوچستان کو منزلمیں، چاہے بلوچستان کو گیس رائٹی ملے چاہے بلوچستان کو ساحل و سائل ملیں۔ لیکن جب تک تعلیم نہیں ہوگی ہم اس سے کوئی استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ اس کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس کو آگے لے جانے کی ضرورت ہے۔ ہم پہلے سے انتہائی پسمند ہیں۔ میں سمجھتا ہوں بلوچستان کو تعلیم یافتہ کہنا بھی ایک مذاق ہے۔ اگر تعلیم ختم ہو جائے تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ صوبہ کس طرح چلے گا۔ اس ملک کے دوسرے جو تین صوبے ہیں اکائی ہیں اُن کے ساتھ ہم برابری کس طرح کریں گے؟۔ فیڈریشن میں ہم کس طرح نمائندگی کریں گے؟ competitive examinations میں ہم کس طرح آ سکیں گے۔ دوسرے ہمارے امتحانات ہم ڈاکٹر ز اور انجینئر ز کس طرح پیدا کر سکیں گے۔ جب یہ سب نہیں ہو گا تو صوبے کی کیا حالت ہوگی۔ سب سے پہلی میری ایوان سے، یہ ایوان میں میں لا یا ہوں آپ سے یہ continuation request ہے کہ اسکے اوپر، آج چونکہ آخری دن ہے اسی میں اگر کوئی بولنا چاہے تو آپ اجازت دے دیں تاکہ وہ لوگ بولیں۔ That's all sir!

مولوی محمد سرور موی خیل (وزیر محنت و افرادی قوت) : جناب ڈپٹی سپیکر! ایک اہم قرارداد پر بحث ہو رہی ہے اور ہمارے بہت سینئر ارکین اپنی مجلسوں میں مشغول ہیں یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے جعفر خان نے بہت اہم نقطہ اٹھایا ہے۔ سینئر ز سے درخواست کروں گا کہ اُس کو توجہ سے سین۔ صوبے کی بربادی اور تباہی کی بات ہو رہی ہے اور ہم توجہ تک نہیں دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نا، حکومت کی طرف سے اگر کوئی اس تحریک التوا پر بات کرئے جی راحیلہ درانی صاحبہ!

محترمہ راحیلہ درانی (وزیر محکمہ پر اسیکیوشن) : محترم سپیکر صاحب! Thank you very much میں سمجھتی ہوں کہ آج جعفر صاحب جو تحریک التوا لائے ہیں یہ انتہائی اہم نوعیت کی ہے۔ آج دنیا میں جو مقام اساتذہ کو حاصل ہے وہ اس پاکستان میں اور اس بلوچستان میں خاص طور پر، اُن کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے اور جو کیا جاتا ہے، وہ انتہائی قابلِ مددت ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ

اس طریقہ کار سے جو ہم اس وقت چل رہے ہیں اور جس کی وجہ سے جو تحریک لائے ہیں اس میں کہا گیا ہے کہ تعمیر نو ماڈل سکول بند ہو گیا ہے۔ یہ وہ سکول ہے وہ کانٹھ ہے جس میں ہمارے بڑے بھی پڑھے ہیں۔ ہمارے بھائی بھی پڑھے ہیں اور آج ہمارے جو بچے ہیں وہ بھی پڑھ رہے ہیں۔ اس ادارے نے پورے بلوچستان کی بے انہتا خدمت کی ہے۔ اور یہ ادارہ جن و جو ہات کی وجہ سے بند کیا جا رہا ہے اُس کیوضاحت جعفر صاحب نے بے انہتا اپنے انداز میں کرچکے ہیں۔ آج میں اگر اسمبلی میں ہوں تو اپنی تعلیم کی وجہ سے، آپ سب اسمبلی میں ہیں آپ لوگ تعلیم کی وجہ سے ہیں۔ اگر تعلیم کے راستے بند کئے جائیں، اگر اساتذہ کو شہید کیا جائے، اگر ان کے جو مطالبات ہیں یا جو بھی اُنکے مسائل ہیں اُن پر آج ہم یہاں discuss نہیں کریں گے۔ اور اس مرحلے میں اس موقع پر اگر ہم چشم پوشی کریں گے اتنے اہم ایشوپ، ہم بات تو کرتے ہیں کہ جی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ پر شروع ہو جاتے ہیں کہ جی ایجوکیشن نہیں ہے۔ ہمارے علاقوں میں سکول نہیں ہیں، ہمارے علاقوں میں اساتذہ نہیں آتے ہیں۔ تو ہمیں تو یہ دیکھنا ہے و جو ہات دیکھنی ہیں کہ کیوں نہیں آتے ہیں کیا و جو ہات ہیں کہ پورے بلوچستان میں سکولوں کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ اُس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہاں اساتذہ جانے کو تیار نہیں ہیں اس وقت ان situation کی وجہ سے۔ اور آج کوئی میلٹری کا سب سے بڑا تعلیمی ادارہ بند کر دیا جاتا ہے تو اُس کی و جو ہات کو ہمیں یہاں پر یقیناً دیکھنا ہے۔ اگر آج ہم اس حقیقت سے منہ موڑیں گے تو شاید ہم اپنے ساتھ انصاف نہیں کریں گے۔ شاید ہم اپنے آنے والی جزیش کے ساتھ انصاف نہیں کریں گے ہمیں سچ کو دیکھنا ہے ہمیں سچ کو سامنے لانا ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس تحریک پر سب کو کھل کر بات کرنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جان علی چنگیزی صاحب!

جناب جان علی چنگیزی (وزیر کوالٹی ایجوکیشن): جناب سپیکر صاحب! آپ کا بہت بہت شکر یہ۔ جناب عالی! گزشتہ ڈیڑھ سال سے ٹارگٹ ٹلنگ کے خلاف میں بولتا رہا ہوں، اُس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ خطرہ محسوس ہوا کہ حالت جوں کے توں ہے، تو جس طرح جعفر خان مندوخیل صاحب نے خدشہ ظاہر کیا یہ بالکل بجا ہے میں اس سے سو فصد متفق ہوں۔ تو ہمارا مستقبل نہ صرف خطرے میں بلکہ ہماری جو آنے والی نسلیں ہیں وہ بھی محفوظ نہیں رہیں گی۔ جناب عالی! مہذب دنیا میں احتجاج

کئی طریقے ہوتے ہیں، لوگ سڑکوں پر کل آتے ہیں، لوگ پارلیمنٹ میں جا کر مظاہرہ کرتے ہیں میں ان تمام لوگوں کے حقوق کیلئے بھی آواز اٹھانے کیلئے تیار ہوں جنکے ساتھ نا انصافی ہوتی رہی ہے چاہے بلوچستان کے کوئی بھی شہری ہو، مگر جناب عالی! جس طرح سے ہمارے الہکار مارے جاتے ہیں سرکاری الہکار مارے جاتے ہیں خاص طور پر اُسمیں اساتذہ کرام ہیں، ان کو شہید کیا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس ایوان کو خاموش بیٹھنا چاہئے۔ جناب عالی! اس سے پہلے ہمارے ساتھ ایک ایسا مسئلہ درپیش آیا بھری یہ کالج فاؤنڈیشن کی ایک برابری یہاں بلوچستان میں تھی، تو اُس کی انتظامیہ نے اسکو بند کیا۔ میں نے اسکے ایڈمرل صاحب سے بھی بات کی تو وہ بھی نہ مانے شاید اس وجہ سے کہ ہم اس ایوان میں بیٹھے ہوئے سارے تحدیں ہیں متفق نہیں ہیں۔ جناب عالی! پچھلے دنوں انہوں نے بلوچستان اسمبلی کے سامنے مظاہرہ کیا، اُنکے جو بچے آئے تھے میں نے بھی ان سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ ایوان میں اس پر بات کریں گے۔ جناب عالی! ساری دنیا میں تو یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ کو سب سے زیادہ مراعات ملتی ہیں۔ سب سے زیادہ سہولیات جو ملتی ہیں وہ اُساتذہ برادری کو ملتی ہیں۔ مگر بد قسمتی یہ ہے کہ آج ہمارے اُستاد یا ہمارے اساتذہ کرام اس صوبے کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جناب عالی! سب سے بڑا لمحہ فکر یہ ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں زندہ قوموں کی ترجیحی فہرست میں ہمیشہ تعلیم سب سے اوپر ہوتی ہے۔ اگر خدا نخواستہ ہم صرف سڑکیں بناتے رہیں، ہم اور سہولتیں دینا شروع کر دیں اسکوں بند کرنا شروع کر دیں تو یقیناً ہماری حالت بہت خراب ہو جائیگی۔ میں تو یہ کہتا ہوں جب تعلیم کی بات آتی ہے، ہمیں سڑکوں کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں یقیناً سڑکیں ہماری شرگ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سڑکوں کو قربان کر دیں مگر تعلیم کا جو سلسلہ ہے اسکو جاری و ساری رہنا چاہیے۔ پھر تعلیم صرف بلڈنگ نہیں ہوتی جناب عالی! یقیناً بلڈنگ ہمارے پاس ہونی چاہیے مگر جب تک آپ کے پاس اچھے اساتذہ نہیں ہو گے تو اُس بلڈنگ کا کوئی فائدہ نہیں۔ جناب عالی! آج دنیا جو اتنی ترقی کر چکی ہے فقط اُستاد کی مر ہوں منت ہے حضرت علیؑ کا ایک قول count کرنا چاہوں گا کہ ”آپ کے والدین آپ کو عرش سے فرش تک لے آتے ہیں اور اُستاد آپ کو دوبارہ فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچادیتے ہیں“، یقیناً یہ وہی طبقہ ہے اب میں سمجھتا ہوں جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جناب عالی! میرے آپ سب سے گزارش ہے اس ایوان سے گزارش ہے کہ اس سلسلے کو serious لیا جائے صرف آج نہیں

میں سمجھتا ہوں اس کے بعد اگر ہم ایک اور سیشن بھی رکھ دیں اور آج بھی کہیں ہمارے جو ممبر صاحبان ہیں۔ تو اس پر باقاعدہ ہماری ایک پالپسی ہونی چاہیے اُن تمام لوگوں سے بات کرنی چاہیے جو اس میں ملوث ہیں۔ جناب عالی! آپ کا بہت بہت شکر یہ اور جعفر خان مندوخیل صاحب کا بہت شکر یہ کہ انہوں نے ایک اہم مسئلے کی جانب ہماری توجہ دلائی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی کیپٹن عبدالخالق صاحب!

کیپٹن (ر) عبدالخالق اچکزئی (وزیر امور نوجوانان): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - تھینک یو جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ شیخ جعفر خان صاحب جو تحریک التوا لائے ہیں یہ نہایت ہی موزوں اور اہمیت کی حامل ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اس سے پہلے میں یہ گزارش کروں گا کہ جس طرح مولوی سرور صاحب نے کہا کہ یہاں اسمبلی کے اندر تعلیمی لحاظ سے ہمارا بلوچستان چونکہ پہلے سے ہی پسمند ہے اور ہم اس پر تلقے ہوئے ہیں کہ مزید اس کو پسمندگی کی طرف لے جارہے ہیں۔ لیکن ایک تحریک التوا پیش ہوئی اور اس پر گفتگو ہو رہی تھی لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے سینئراپنی مجلسوں اور اپنی گپ شپ میں لگے ہوئے تھے اس کی طرف کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ گزارش ہے ان سے کہ اگر وہ اس کی طرف توجہ دیں میرے خیال میں ہم یہاں اسمبلی میں فاتحہ خوانی تو کر لیتے ہیں اور ہر ایک کے لئے فاتحہ خوانی کرتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ہمیں جو مسائل درپیش ہیں وہ مسائل آرہے ہیں جن کی بنیاد پر ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں انکی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور ہمیں ان کے اوپر غور کرنا چاہیے کیا ہم سب اگر مل بیٹھ جاتے ہیں، کیا ہمارے پاس ان کا حل ہے یا ہمیں ان کا حل نکالنا چاہئے یا نہیں۔ ہمیں انکی طرف توجہ دینی چاہیے یا نہیں۔ تعلیمی لحاظ سے بلوچستان آج کل کہاں کھڑا ہے ہم کہاں پر ہیں ہم کس لائن میں کھڑے ہیں میرٹ میں ہم کہاں پر آتے ہیں لوگوں کے سامنے ہماری کیا ہے status لیکن اسکے باوجود اس طرح کی ایک تحریک التوا جب آتی ہے ہم اس کی طرف بالکل غور بھی نہیں کرتے ہیں اور اسکو کوئی اہمیت بھی نہیں دیتے ہیں بلکہ سننے کی بھی کوشش نہیں کرتے ہیں کہ اس کو سن لیں اور اس کے اوپر جو بات ہو رہی ہے اس کو کم از کم سن تو لیں اسمبلی کے اندر۔ جناب سپیکر! جو تحریک جعفر خان صاحب نے پیش کی ہے، میری گزارش یہ ہے کہ بلوچستان میں جو اساتذہ کا قتل عام ہو رہا ہے اور جس طرح میرے سے پہلے معزز ارکین اسمبلی نے اس پر بات کی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا

کہ تقریباً گورنر صاحب کو یونیورسٹی کے تمام اساتذہ نے یہاں تک کہ جو سیلرز ہیں یا ان بلوچی ایئڈ پشتو اسپیلنگ ہیں وہ درخواست دے چکے ہیں کہ ہم کوئٹہ چھوڑنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یا تو پنجاب بھجوایا جائے ہماری پوسٹنگ کروائی جائے، یا ہمیں وہاں وقتی طور پر بھجوایا جائے تاکہ وہاں کم از کم ہماری زندگی کو خطرہ تو نہ ہو۔ لیکن میری گزارش ہے کہ ہم اس مسئلے کو کب تک اس طرح دیکھتے رہیں گے۔ ہمارے سکول بند ہوتے رہے ہیں گے۔ ہمارے بچوں کا مستقبل کیا ہوگا؟ کیا میرا بچہ آج اس کو سکول بھجوار ہاہوں کل وہ کلاشنگوف ہاتھ میں پکڑ کر روڑ پر کھڑا ہو گا یا تو لوگوں کے کپڑے اتار رہا ہو گا یا پھر خود ہی اپنے کپڑے اتوارہ ہو گا۔ یہی رہ جائے گا ہمارے پاس اور کیا رہنا ہے یا پھر بھیڑ کبریاں چرارہا ہو گا۔ جناب پیکر! تعلیم ہمارے پاس وہ واحد ذریعہ ہے جس کے ذریعے ہم دنیا کے ساتھ یا اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتے ہیں یا اسکے سامنے کھڑے ہو سکتے ہیں یاد دنیا کی ایک دوڑ میں شامل ہو سکتے ہیں کہ ہم ایک معزز قوم کی حیثیت سے ایک معزز صوبے کی حیثیت سے، ہم بھی اپنا حق مانگ سکتے ہیں یا ہم وہ چیز حاصل کر سکتے ہیں جس کے لئے باقی لوگ ہمارے colleagues یا ہمارے دیگر صوبے کے جو کہ ہمارے پاکستانی ہیں، جن کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں، ہم اس تعلیم ہی کے ذریعے صرف وہ چیز achieve کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے آج اس کی طرف توجہ نہ دی یہاں اسمبلی کے اندر میں آج اس فلور کے توسط سے اور اس فلور پر سب کے سامنے یہ کہوں گا کہ ہمارا مستقبل تاریک ہے اور ہمارے لئے آگے کوئی مستقبل نہیں ہو گا۔ ہماری آنے والی نسلوں کا کوئی مستقبل نہیں ہو گا۔ ہم تاریکیوں سے تاریکیوں میں ڈوبتے چلے جائیں گے۔ جس طرح جعفر خان صاحب نے کہا کہ ”ایک کنوں ہمیں نظر آ رہا ہے جو کہ انداھا کنوں ہے اس میں گرنے کے بعد پھر وہاں سے ہمیں نکلنے کا چانس نہیں ملے گا“، اسکی کوئی مثالیں ہمارے سامنے صرف بلوجستان میں نہیں بلکہ اطراف میں، افغانستان میں ہم دیکھ سکتے ہیں باقی ملکوں میں ہم دیکھ سکتے ہیں جہاں نظام تباہ ہو چکا ہے جہاں نظام بر باد ہو چکا ہے جہاں لوگوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ ایک استاد صدیوں میں بنتا ہے لیکن اس کو قتل کرنے میں ہم پانچ منٹ لگا دیتے ہیں۔ تو چلو ہم نے جو بنائے ہیں جو کہیں سے آگئے ہیں ہمارے پاس جو ہمیں کچھ پڑھا رہے تھے ان کو آج یہاں ہم یا تو مار دیتے ہیں یا ہم بے دخل کر دیتے ہیں نکال دیتے ہیں۔ کون پڑھائے گا ہمیں؟ ہمارے پاس کون آئے گا کون ہمارا مستقبل سنوارے گا کون ہماری نئی نسل کے سامنے وہ چیز رکھے گا جوان کو اپنی زندگی کم از کم

گزارنے کا طریقہ سنوارے گا؟ الہذا جناب سپیکر! آپ سے یہ گزارش ہے پوری ایوان سے کہ یہ ایک بہت اہمیت کی تحریک ہے۔ اس کے اوپر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے اور ہمیں بیٹھ کر سر جوڑ کر اسکے حل کے لئے کوئی راہ نکالنی چاہیے۔ تھیک یو جنا ب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی نسرین کھیتر ان صاحب!

محترمہ نسرین رحمن کھیتر ان (صوبائی وزیر): جناب سپیکر! یہ تحریک التوا جو جعفر خان مندوخیل صاحب نے پیش کی ہے، بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے پہلے میں ایک بات کہنا چاہوں گی کہ یہودی بہت تھوڑے تھے جب ہتلر نے انہیں ختم کرنے کی کوشش کی۔ تو ان تھوڑے یہود یوں نے صرف دو چیزوں پر اپنا دھیان لگایا ایک ٹینکیک ایجوکیشن اور ایک ایجوکیشن پر۔ تو آج وہ پوری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہم کس طرح پھر کے دور پر جارہے ہیں۔ خالق صاحب نے کہا کہ افغانستان۔ افغانستان ایجوکیشن یول پر ہم سے بہت آگے ہیں اس کی پرانگری یول کی پرستیج ہم سے زیادہ ہے۔ ایتحو پیارا جو قحط میں ملوث تھا اس میں وہ لوگ بھی پرانگری ایجوکیشن میں ہم سے زیادہ ہیں۔ افریقی بہت سے ممالک ایسے ہیں جو ہم سے اکنامیکی بہت low یول پر ہیں لیکن ایجوکیشن یول پر ہم سے بہت آگے ہیں۔ بلوچستان کو اپیشن، میں نقش میں mention کروں گی۔ اور بگلہ دیش جو new born ہے ابھی آزاد ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے وہ ایجوکیشن میں ہم سے بہت آگے ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے اپنے لوگ انکے citizens وہ اس چیز کو seriously لیتے ہیں اور وہ آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ ہمارے لوگ ایجوکیشن نہ لینا چاہیں، لیکن ان کو صحیح guideline نہیں مل رہی۔ مٹھی بھر لوگ ایسے ہیں ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اتنی بڑی بستی میں وہ ٹارگٹ ٹنگ میں لوگوں کو مار کر کیسے غالب ہو جاتے ہیں؟ کوئی چھوٹا نہیں ہے، کوئی میں یہ حال ہے تو انٹریئر میں کیا ہوگا؟ اور ۹۵% لوگ آؤٹ سائیڈر ہیں ایجوکیٹر جو ہمارے ہیں۔ پروفیشنل ایجوکیشن کے ۹۵% لوگ باہر کے ہیں۔ اگر ہم ان کو اسی طرح سمجھتے رہیں گے تو ہمارے اپنے پاس کیا ہے ہمارا ایجوکیشن یول جو ابھی جعفر صاحب نے explain کی کہ کیا یول ہے۔ کہ بی اے کی ایم اے کی ڈگری لے کر آتے ہیں۔ میں خود اس چیز کی گواہ ہوں کہ ایم اے کی ڈگری لے کر آتے ہیں کہ جی ہمیں سروس چاہیے لیکن اگر انہیں کہیں ایک درخواست لکھ کر دیں تو وہ نہیں لکھ سکتے ہیں۔ ہم کس طرف جارہے ہیں؟ بلکہ ہمارے سینٹر پارلیمنٹریں بیٹھے

ہوئے ہیں اور ان کو اس چیز کو بالکل اُڑا نہیں دینا چاہیے بلکہ مجھے بھی اتنی تکلیف ہو رہی ہے کہ میرا بس نہیں چلتا کہ کسی طریقے سے یہ چیزیں ختم کر کے ہم اپنا ایک بہت بڑا change لے آئیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں seriously سوچنا ہوگا۔ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے اور اتنی ٹالنے والی چیز بھی نہیں ہے اور آپ رولنگ بھی دیں گے آپ اس قرارداد کو منظور کروائیں۔ اور مہربانی کر کے اس قرارداد کو serious implementation لے کر ایک کمیٹی بنائیں۔ اس پر ہونی چاہیے۔ قراردادیں بہت آئی ہیں۔ لیکن ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں صرف بولنا اور بات کرنا یہ کوئی حل نہیں ہے۔ ہماری آنے والی نسل ہم سے پوچھے گی کہ تم لوگوں کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو لوگ کیوں خاموش بیٹھے تھے۔ تھیںک یو جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جعفر جارج!

جناب جعفر جارج (صوبائی وزیر): میں مکمل طور پر اس تحریک التوا پر جو کچھ کہا گیا ہے اس کی حمایت کرتا ہوں۔ یہ ہمارا صوبہ ہے اس صوبے میں جو تعلیمی معیار ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اسی کے ساتھ میں اس تحریک التوا کے حوالے سے ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں کہ بھری یہ فاؤنڈیشن سکول جو کوئی میں تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا تھا اس کو بھی بند کیا جا رہا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اسی تحریک کے حوالے سے اس کو بھی consider کیا جائے۔ اور اس کو بھی بند کرنے کے احکامات جاری نہ کئے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مولا نا عبدالباری آغا صاحب!

مولانا سید عبدالباری آغا (وزیر پیلک ہیلٹھ انجینئر مگ): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب سپیکر! یہ تحریک جو عفراخان مندوخیل صاحب لائے ہیں اس کے عنوان سے کہ یہ واقعی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیم کے حوالے سے یہاں کوئی میں تعمیر نو ادارہ سب سے اچھا کہا جاتا ہے جس کے فاضل طلباء ملک کے مختلف اداروں فوج، سوشن سیکٹر اور دوسرے اداروں میں بہت بہتر انداز میں پاکستان اور اس کی بقاء کے لئے ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ جناب! تعمیر نو کے لئے ایک ٹرست کا انتظام تھانی بائی پاس پر کیا گیا تھا۔ اور اس کے ایک دانشور اور استاد پروفیسر فضل باری صاحب جو ٹارگٹ کلنگ میں مارے گئے تھے۔ اور آج آپ کے علم میں جناب سپیکر! ہو گا کہ یہاں ہماری گیس کمپنی کے چیف انجینئر کسٹمر سروس ایس پی ایس سال سے

صوبے میں خدمات سرانجام دے رہے تھے آج ٹارگٹ کلنگ میں مارے گئے ہیں۔ ابھی میں نے رابطہ کیا گیس کمپنی کے ہمارے جو سینئر لوگ ہیں اور مجھے اس پر ایک احساس ہوا ایک ایمان کے حوالے سے کہ اس پر ہم کب افسوس کریں گے۔ اگر ہم جتنی فاتح خوانی کریں اس مسئلے کو ہم حل نہیں کر سکتے۔ جب تک ہم اس سلسلے کے لئے کہ ٹارگٹ کلنگ کون رہا ہے؟ آپ کے بلوج لڑکے کر رہے ہیں جو ناراض ہیں جن کو روزگار نہیں مل رہا ہے یا بلیک واٹر کے نام سے یا اسکی جو ضلعی انتظامیہ امریکہ ہزاروں ڈالر ان کو تباخہ دے رہا ہے۔ ان کو باقاعدہ ہماری گورنمنٹ کے اداروں نے فری ہینڈ دیا ہوا ہے۔ وہ پورے پاکستان میں آپ کا اسلام آباد بھی اسوقت غیر محفوظ ہے۔ آپ کا جی ایچ کیو بھی غیر محفوظ ہے۔ تو مجھے یہ سمجھنہیں آ رہا ہے کہ واقعی یہ ناراض بلوج اور ان کے لڑکے یا ہماری جو ایجنسیاں ہیں، پرائیویٹ ایجنسی ہے سرکاری ایجنسی ہے۔ پاکستان کی اپنی ایجنسیاں ہیں۔ ملک کے باہر جو ہمارے دشمن یہودی اور ہندو ہیں۔ اور بلوجستان میں حالات خراب کرنے کے لئے اور بلوجستان کے عوام کو پاکستان کے خلاف بغاوت پر اُکسانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ کوئی پلانگ اور منصوبہ بندی ہے ہماری گورنمنٹ کو اس پر سوچنا چاہئے۔ جناب پیکر! میں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام ممبران کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ صرف تعلیمی اداروں اور کالج کی منظوری سے ہماری سیاست نہیں چلتی۔ جب تک ہم دشمنان بلوجستان اور خاص کر علم کے جو دشمن ہیں، روشنی کے جو دشمن ہیں۔ جو ہمیں روشنی کی بجائے اندھیروں کی طرف لے جا رہے ہیں جب تک ہم ان کی نشاندہی نہ کریں۔ سوات میں جناب پیکر! ہمارے اسکولوں کو بند کیا جا رہا تھا۔ ہمارے سو اسکولوں میں سے زیادہ گرلز اسکولوں کو بند کیا گیا۔ اور ہمارے حکومتی اداروں نے تعاون کیا کہ بابا تحریک طالبان نے یہ کچھ کیا ہے جب کہ ایسا نہیں ہے۔ مذہبی جماعتوں میں یہ عنصر موجود ہی نہیں ہے۔ یہ وہ انسان ہے جس کا پورا بدن سانپ کی طرح زہر آ لود ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ یہاں پنجابیوں کیخلاف یادوسرے سیلہر کے خلاف جو موومنٹ چلائی ہے کہ ہمارے بلوج بھائی کر رہے ہیں۔ یہ خواہ مخواہ بلوجوں کو بدنام کر رہے ہیں، طالبان، علماء کو، حقدار کو اور ہمارا جو صوبہ ہے۔ جناب پیکر! یہ نوابوں اور سرداروں کا صوبہ ہے۔ اس اسمبلی میں بھی سردار بیٹھے ہیں، نواب بیٹھے ہیں، میں بیٹھا ہوں، علماء بیٹھے ہیں اور حقدار بیٹھے ہیں جو قوم کے بڑے ہیں جو معزز ہیں۔ جو احترام اور respect کے دوار میں باقاعدہ ان کو احترام کی

نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور آج بھی پورے صوبے میں انکو احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ تو ہم اس پر مل بیٹھ کر کے۔ اور یہ فور سز سے نہیں ہوتا جناب سپیکر! جتنی پولیس آپ کھڑی کریں گے۔ اور دوسرے جو ملیشیاء والے ہیں ان کو کھڑا کریں گے فوج کو بلوا کئیں گے۔ کرفیو لگا کئیں گے۔ مارشل لاء لگا کئیں گے نیم مارشل لاء لگا کئیں گے یہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارا جو صوبہ ہے اس میں دنیا کا ہر مہا جر بسا ہوا ہے۔ افغانستان پر جب روس نے قبضہ کیا جتنے مہا جر تھے وہ سارے یہاں کوئی میں شفت ہو گئے۔ جس کی وجہ سے ہمارا ہر سو شل سیکھ متاثر ہوا ہے ہمارے اسکوں متاثر ہوئے ہیں ہمارے ہسپتال متاثر ہوئے ہیں۔ عراق میں جب مسئلہ ہوا تھا تو سارے عرب ادھر آگئے۔ ایران میں جب کوئی واقعہ ہوتا ہے تو سارے بلوچ ماشکیل اور واشک دوسرے جو ہمارے اضلاع ہیں بارڈری اضلاع اس طرف شفت ہوتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے جتنے مہا جر ہیں کیونکہ ہمارے صوبے کے سات اضلاع بارڈرز پر ہیں تو ہمارا صوبہ ایک بارڈری صوبہ ہے۔ اور دنیا کا ہر جرا شیم دنیا کا ہر کریمینل یہاں گھس جاتا ہے اور مختلف چیزوں پر یہاں exercise ہوتی ہے اور ہمارے جو فور سز کے ادارے ہیں وہ بالکل فیل ہیں۔ اگر بلوچوں کا پنجاب سے گھے ہے اسلام آباد سے کوئی گھے ہے۔ تو یہ پروفیسر اور یہ جو اساتذہ ہیں یہ با اختیار لوگ نہیں ہیں جس سے آپ لوگ لڑ رہے ہیں۔ یہ تو آپ کے خدمت گار ہیں۔ یہ کوئی بلوچی روایات ہیں؟ یہ کوئی اسلامی روایات ہیں؟ جناب سپیکر! آپ کو پتہ ہو گا کہ اسلامی روایات میں جو کافر دار الحرب کفار کے ملک سے آ کر آپ کے ملک میں داخل ہوتا ہے اور آپ کی پوری جو قانونی چیزیں ہوتی ہیں وہ accept قبول کر لیتا ہے جسکو ہماری شرعی اصطلاح میں زمی کہا جاتا ہے تو زمی کو بھی آپ قتل نہیں کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا آپ کے گھر کا گھٹا وہ تمام رات آپ کی مگر انی کرتا ہے آپ کے گھر میں کوئی گدھا کوئی اونٹ ہو گا آپ ان کو قتل نہیں کر سکتے شریعت میں منع ہے۔ شریعت میں ایک معمولی سے معمولی جانور کو مارنا منع ہے۔ اور ان کے کھانے پینے کے آپ ذمہ دار ہیں۔ اور ہماری جتنی بھی بلوچی اور پشتون روایات ہیں وہ اکثر شریعت کے مطابق ہیں۔ تو یہ میں نہیں جانتا کہ ہمارے ملک کے اندر ہمارے بلوچ بھائی اور پشتون بھائی یہ کر رہے ہیں صرف ان پر تاوان ہے۔ کہ ادھر طالبان نے یہ کیا ادھر بلوچوں نے یہ کیا۔ ہمارے صوبے کو قومی بنیادوں پر بدنام کیا جا رہا ہے، صوبہ پشتونخواہ کو اور ہمارے پورے ملک کو اسلامی بنیادوں پر مذہبی بنیادوں پر ہمارے

اوپر امریکہ دوسرے نام فٹ کر رہا ہے۔ کہ یہ انہتا پسند ہیں یہ دہشت گرد ہیں سب سے بڑا دہشت گرد اس وقت امریکہ ہے جناب سپیکر! تعلیم کا جب یہ حال ہے۔ آپ کے وزیر تعلیم حاجی شفیق احمد کو شہید کیا گیا اس پر آپ نے کونسا ایکشن لیا۔ اس وقت ان کا بھائی یہاں وزیر ہے اللہ اس پر بھی رحم کرے۔ تو یہ مسئلہ ہے جناب سپیکر! اس پر ہمیں پوری توجہ دینی ہے۔ ہم نے نوابوں اور سرداروں کو جو ان کے پاس طاقت ہے۔ اور اللہ کرے کہ ہمارے صوبے میں جو آپس کے جو تنازعات اور خیشیں ہیں وہ ختم ہو جائیں۔ سیاستدانوں کے درمیان میں جو مفت کی دشمنی ہیں۔ خواہ مخواہ ایک پارٹی کے ورکر دوسرے کے خلاف ہیں یہ ہماری بد قسمتی ہے۔ جناب سپیکر! کہ اس وقت انسانوں کا خون بہت ستا ہے۔ مسلمانوں کا خون چاہے پاکستان میں ہو چاہے افغانستان میں ہو، لوگوں کا خون بہہ رہا ہے۔ کوئی معلوم نہیں کہ قاتل کون ہیں۔ قاتل بالکل واضح ہے۔ قاتل وہ ہے جو آپ کے دین اور آپ کے ملک کا دشمن ہے۔ جو آپ کے ایم بم کا دشمن ہے وہ نہیں چاہتا ہے کہ ملک میں استحکام ہو۔ تو جناب سپیکر! ہمارے گیس کے سینٹر افسروں کو جب مارا جاتا ہے۔ ہمارے ابجوکیشن کے سینٹر پروفیسروں کو مارا اور قتل کیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے سرکار صرف آئی جی صاحب، پولیس والے کافی نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! پولیس والے بیچارے کا کیا کردار ہے۔ جب پولیس والے وردی میں ہو وہ چیف منٹر ہاؤس پھلانگ کر کے اندر جاتے ہیں۔ گورنر ہاؤس میں گھس جاتے ہیں۔ اور میری شنید میں یہ بھی آیا تھا اور میں نے نواب صاحب کو بتایا تھا کہ سینٹر افسروں نے اپنے اہلکاروں کو اس پر معمور کیا تھا کہ تم جاؤ اور تخواہ بڑھانے کا یہی طریقہ واردات ہے یہی طریقہ احتجاج ہے۔ سنا ہے کہ ہمارے آئی جی پولیس صاحب نے دوسرا جہاز لیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اتنا پسمندہ صوبہ اتنا غریب صوبہ اس کے آئی جی پولیس صاحب نے ایک کی بجائے دوسرا جہاز لیا ہے۔ ابھی جناب سپیکر! یہ تو ازان ہے معاشرے میں، بالکل بیلنس آؤٹ ہے۔ جب بیلنس آؤٹ ہو جاتا ہے تو انصاف نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہے اللہ کا عذاب آ جاتا ہے۔ جس کی طرف ہمارے دوستوں نے اشارہ کیا۔ اور عذاب جس طریقے سے ہو اُس سے آپ بچیں گے نہ جناب سپیکر! دوسرے۔ جب تعلیم کا فندان ہو گا جناب سپیکر! ہمارے سیاستدانوں کی اتنی رسوائی ہو گئی کہ جعلی ڈگریوں کی وجہ سے ہمارے کافی ممبر ان صاحبان کو فارغ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نجح صاحبان کو بھی ہدایت کرے، کافی نجح صاحبان بھی جعلی ڈگریوں پر عدالتوں میں

بیٹھے ہیں اور بیٹھے ہوئے تھے جناب سپیکر! (ڈیک بجائے گئے) تو خواہ مخواہ سیاست کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ بلوجستان کو بدنام کیا جا رہا ہے، اسلام، علماء اور طالبان کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ چاہے کہ اپنی کی ایم کیو ایم والا جو لندن میں بیٹھا یہودیوں کے لئے ایجنسٹ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ یہاں ہمارے اپنے مطلب میں سرداروں اور نوابوں سے گزارش کرتا ہوں۔ پورے ہمارے صوبے کے جو حقدار لوگ ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں۔ سرکار ایڈمنیسٹریشن سے گزارش کرتا ہوں، صوبے کے کورکمائنڈر، آئی جی ایف سی اور آئی جی پولیس ان سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنی عیاشیوں کی بجائے دوسروں کی زندگی کا بھی خیال رکھیں۔ اس پہمانہ صوبے میں آپ کے پچھے عصر کے بعد ہیلی کا پڑوں میں سیر کرتے ہیں آپ عیش و عشرت میں ہیں۔ اور ہمارے پنجابی بھائی ان کی زندگیوں کو مختلف خطرات لاحق ہیں تو یہ عذاب آپ کی طرف بھی آیگا آپ کی چھاؤنی میں بھی آیگا آپ کے آئی جی ایف سی کے پاس بھی آیگا کوئی اس سے نہیں بچ سکے گا۔ جناب سپیکر! آپ کو معلوم ہو گا ہمارے علاقے میں، میرا اور آپ کا علاقہ پشین میں جو کیدھ کا لج بنا ہے۔ اس میں کافی، مستونگ سے، پتہ نہیں کدھ کدھ سے جہاں بھی سیلہر ہیں، پنجابی جدھ پروفیسر ہیں، لگ ہیں، چڑا اسی بچارے ہمارے علاقوں میں شفت ہو گئے ہیں، ہم نے قبول کیا کہ ٹھیک ہے آپ کی زندگی کا مسئلہ ہے۔ اور جو پنجابی نواز شریف، شہباز شریف اور چوہدریوں کے صوبے میں چلا جاتا ہے۔ تو ادھر کے پنجابی اس کو قبول نہیں کرتے کہ وہ کوئی بلوجستان سے آیا ہے تو وہ واپس کوئی آ جاتا ہے۔ اور کوئی میں اُس کی زندگی کو بلا وجہ ایک گولی سے ختم کیا جاتا ہے۔ بلوجستان جناب سپیکر! پہلے وارداتیں ایک دوسرے کے خلاف، کلاشکوف through out کی بیس گولیوں میں سے تقریباً دس میں گولیوں کا فائز کر کے آدمی کو قتل کیا جاتا تھا۔ جناب سپیکر! آج کل ایک گولی سے، شفیق احمد کو بھی ایک گولی سے مارا تھا، پروفیسر کو بھی ایک گولی سے مارا تھا۔ وزیرستان والوں کو بھی ایک میزائل سے مارا جاتا ہے اور ہمارے بلوجستان خاران کا جو شمشی ایئر پورٹ ہے ہمارے ایئر پورٹ دوسروں کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ ہمارا اپنا دفاع نہیں ہے۔ ہمارے دفاعی ادارے دوسروں کا دفاع کر رہے ہیں ہمارے لوگوں کو تحفظ نہیں دے رہے ہیں۔ تو میں ایوان کے توسط سے جناب سپیکر! آپ کے توسط سے جتنے مسلمان ہیں، اور ویسے بولتے ہیں کہ گولی ارزائیں ہے انسان بہت مہنگا ہے۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ انسان ایک گولی سے بھی

ستا ہے۔ بالکل اس وقت کاروبار بنا ہوا ہے یہاں دہشت گرد اور اجرتی قاتل انکا کوئی ایمان ہے نہیں یہ بزدل لوگ ہیں۔ اگر ایک پرقصاص نافذ کر کے اس کو میزان چوک پر پھانسی دی جائے تو جناب سپیکر! کوئی قتل نہیں ہو گا۔ اسوقت آپ کی آئینی کمیٹی بیٹھی ہے۔ آئینی اصلاحات پر اور امریکہ کی طرف سے یہودی اور ہندوؤں کی طرف سے کمیٹی کے اوپر پریشر ہے قصاص اور حدود کا، جزا اور سزا کا جو آرڈیننس ہے اس کو نکالا جائے۔ تو جناب سپیکر! اس کو نہ نکالا جائے اس کو نہیں چھیڑنا چاہئے۔ تو جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے، جتنے بھی سپیکلرز ہیں سب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ہمارے ضلع میں آ جائیں، ہمارے اسکولوں میں، ہمارے ہسپتاں میں، ہمارے علاقوں میں، ثواب میں، قلعہ سیف اللہ، قلعہ عبداللہ میں آ جائیں، وہ ہمارے مہماں ہیں ہم انکا پورا بندوبست کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سردار محمد اسلم بزنوجو صاحب!

سردار محمد اسلم بزنوجو (وزیر آپا شی و بر قیات): جناب سپیکر! جو تحریک التوا جعفر خان مندوخیل صاحب نے پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ کوئی بھی میں سمجھتا ہوں معزز معاشرہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اساتذہ کا قتل ہو۔ اور ہمارا جو صوبہ ہے یا ہمارے جو بچے وہاں پڑھتے ہیں، جو ہمارے نونہال ہیں اور آئندہ آنے والے وقت کا بوجھ ان کے کندھوں پر آئیوا لہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کسی گھرے کنوئیں میں تاریکی میں پڑ جائیں۔ مولانا باری صاحب نے اس پر جامع اور واضح تقریر کی۔ یہاں جتنے بھی اساتذہ قتل ہوئے ہیں آج تک ایک ملزم بھی نہیں پکڑا گیا ہے کہ واقعی اس نے مارا ہے۔ اتنی پولیس اور اتنی ایف سی کے باوجود، آپ صوبے کا بجٹ ایک طرف رکھیں اور لا اینڈ آرڈر فور سزا یکجنسیز کا بجٹ دوسرا طرف رکھ دیں میں سمجھتا ہوں وہ باری ہے۔ مہینے میں کروڑوں روپے ہم ان پر خرچ کر رہے ہیں۔ لیکن جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو آس پاس کے لوگ جو وہاں گھومنے پھرنے والے ہیں ریڑھی والے یا کوئی بھی ان کو مل جاتا ہے خانہ پوری کے طور پر پکڑ لیتے ہیں۔ اور دو چار دن میں جب کوئی شہادت کوئی ثبوت نہیں ہوتا تو بعد میں عدالتوں سے وہ چھوٹ جاتے ہیں۔ لیکن آج تک اصل ملزم میرے خیال میں دو سال میں کوئی آج تک نہیں پکڑا گیا ہے۔ اس حوالے سے ہمیں بالکل بیٹھنا چاہئے اور الراہ یہی ہے کہ بلوج ان کو مار رہے ہیں۔ اور ان کا کیا ہو گا وہ کدھر جا رہے ہیں۔ جیسے باری صاحب

نے کہا کہ سب ہمارے پاس آ رہے ہیں۔ کیا ہم بلوچ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اپنے علاقوں میں تعلیم کو بالکل ختم کر دیں گے؟ میں سمجھتا ہوں ایسی کوئی بات نہیں ہے ایسی کوئی سوچ نہیں ہے۔ کون سے بچے suffer کر رہے ہیں، کونسے بچے متاثر ہوئے ہیں، جو بڑے لوگ سیکرٹریوں، وزیروں، نوابوں اور سرداروں کے بچے وہ تو already لا ہوں، کراچی اور اسلام آباد میں پڑھ رہے ہیں۔ اب صرف غریب کے بچے چھوٹے اسکولوں یا اداروں میں پڑھ رہے ہیں۔ اگر ہم نے اس کی روک تھام نہیں کی میں سمجھتا ہوں یہ صوبے کے لئے بلوچ قوم کے لئے تباہی اور بر بادی کا باعث بنے گا۔ ہماری پولیس میں سمجھتا ہوں کہ اس نے ہاتھ باندھ دیئے ہیں۔ میں اپنے ڈسٹرکٹ کی بات کرتا ہوں خضدار میں لیویز کو ملا کر ہمارے پاس 1600 پولیس سپاہی ہیں لیکن ڈیوٹی پر کوئی نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے؟ یہی لوگ پہلے لیویز تھی، آج ہم نے جو تحریک پیش کی ہے کہ لیویز کو بحال کرو۔ کیوں بحال کرو؟ یہی لیویز والے تھے نائب تھصیلدار ہوتا تھا وہ اپنی گاڑی میں ملزم کے پیچھے اس علاقے میں جاتا تھا وہاں روٹی بھی کھاتا تھا اور ملزم کو پکڑ کر لے آتا تھا۔ آج جو ہمارے میرے اپنے ڈسٹرکٹ کے سلسلے میں بیس دفعہ آئی جی صاحب سے کہا ہے کہ جی آپ ایس پی کو بلائیں آپ ڈی ایس پی کو بلائیں ہم اسمبلی کے ممبروں کو ان کے ساتھ بھائیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آج کل پولیس میں بھتے خوری شروع ہو گئی کوئی ڈیوٹی پر نہیں جائے اپنی تنخواہ کا آدھا حصہ ایس پی صاحب کے حوالے کرے اس کا کوئی پُرانا حال نہیں ہو گا کہ وہ ڈیوٹی پر ہے یا نہیں۔ یہ ایک چھوٹے ڈسٹرکٹ میں پندرہ سو سو لئے سونغری یہ پوری فوج ہوتی ہے۔ وہ بالکل ہاتھ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس قرارداد کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب جو ہبھی تشریف لائیں ہمارے جو پارلیمانی گروپ کے جودوست ہیں ہم ان سے بیٹھ کر ایک تفصیلی ملاقات کر دیں اُن سے بات کر دیں اور جس جس ڈسٹرکٹ میں ہر ڈسٹرکٹ کے پولیس افسریا اس کے جو ذمہ دار لوگ ہیں ان کی ایک میٹنگ بلاکر ہم اُن کو بتائیں کہ آپ میں کیا خامیاں ہیں وہ کم از کم اس کی وضاحت تو کر دیں۔ جب تک ہم ان چیزوں کا سدباب نہیں کر دیں گے یہ معاملات ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کون کر رہا ہے۔ جس طرح مولانا باری صاحب نے کہا آج تک ہمیں کوئی پتہ نہیں کہ جی کون کر رہا ہے۔ آیا یہ کوئی دوستی کی آڑ میں کر رہا ہے کوئی دشمنی کی آڑ میں کر رہا ہے کوئی اس صوبے کو بدنام کرنے کے لئے کر رہا ہے یا کوئی اس صوبے کے

نوجوانوں کو تعلیم سے محروم رکھنے کے لئے کر رہا ہے۔ ابھی تک وہ بھی سامنے نہیں آیا ہے۔ اس حوالے سے جو ہمارے سینئر دوست ہیں ان سے گزارش کرتا ہوں اس پر ایک میئنگ افسروں اور قبائلی عوامی دین کے ساتھ ہونی چاہئے۔ اس میں ہمارے علمائے دین کو بھی بھٹانا چاہئے تاکہ اس کا سد باب ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی زمرک خان صاحب!

انجینئر زمرک خان (وزیر مال): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکر یہ جناب سپیکر! جعفر صاحب نے جو تحریک التوا پیش کی ہے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے پہلے کے میں اس پر بحث کروں، صوبہ پختونخوا میں تہر جر میں ہمارے عوامی نیشنل پارٹی کے جلسے میں خودکش دھماکہ ہوا ہے جس میں دس آدمی مارے گئے ہیں شہید ہوئے ہیں اور سو زخمی ہوئے ہیں۔ میں اس کی پر زور نہ مدت کرتا ہوں۔ تو اس کے ساتھ یہی جو سلسلہ ہے یہی تعلیم کی وجہ سے ساری پسمندگی جو ہو رہی ہے۔ اسی وجہ سے ہو رہی ہے کہ تعمیر نو کے جو پروفیسر تھے جسکو مارا گیا۔ میں خود اس ادارے سے نکل کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ 1978ء میں میں نے میٹرک وہاں سے کیا تھا وہ میرے استاد رہے ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم نے آج تک اس پر نہیں سوچا کہ کون کر رہا ہے کس طرح کر رہا ہے۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جو ہمیں انجینئر بنادیا ہمیں ڈاکٹر بنادیا لائر بنادیا ان لوگوں کا گناہ کیا ہے؟ ان سے پوچھنا چاہئے آج تک ہم نے اس پر سوچا نہیں اور جو کر رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ تو اس قوم کی بدنامی ہے چاہے وہ بلوچ ہو چاہے پشتون ہو چاہے وہ کوئی اور اقوام کے ہو جو اس طریقے سے اپنے اساتذہ کو مارتے ہیں یا اپنے ڈاکٹرز یا ٹینکنیکل جو ہمارے وہاں سے نکلے ہوئے ہیں جو استاد ہیں ان کو مارتے ہیں۔ والدین میں سال تک محنت کر کے ان کو پڑھا کر ہم ایک منٹ میں ان کو ختم کر دیتے ہیں۔ یہی تو افسوس کی بات ہے کہ اس صوبے کو اس قوم کو پیچھے لیجانے کی ایک سازش ہو رہی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ آج اگر آپ بین الاقوامی سطح پر دیکھ لیں دنیا کی جتنی بھی طاقتیں ہیں بڑی بڑی طاقتیں چاہے وہ امریکہ ہے چاہے وہ روس ہے چاہے وہ چین ہے وہ تعلیم کی وجہ سے آگے گئے ہیں۔ اور آج ہمارے جتنے بھی مسلمان ممالک ہیں جو پسمند ہیں ایک اسرائیل جو چھوٹی سی مملکت ہے ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے کیوں نہیں دے سکتے؟ اس لئے کہ اُس کے پاس تعلیم ہے اُس کے پاس وہ ٹیکنا لو جی ہے جس کا ہم جواب نہیں دے سکتے۔ اسلامی ممالک کے پاس وہ ہے ہی نہیں۔ اگر آپ

کے پاس ایم بم ہے تو آپ پر کوئی حملہ نہیں کرے گا۔ آج ایران کی جو حالت ہے۔ آج ایران اگر مستحکم ہے تو اس نے تعلیم میں آگے جا کے اپنی ٹینکنالوجی کو آگے introduce کر کے وہ چیز بنائی ہوئی ہے جو آج امریکہ کے پاس ہے۔ یہاں اگر میں ہزارفٹ پر ایک جہاز آجائے اور بمباری کرے تو ہمارے پاس وہ مزائل نہیں ہے کہ ہم اس کو گرا سکیں۔ یا ہمارے پاس وہ ٹینکنالوجی ہے نہیں کہ ہم اس کو بھاگا سکیں۔ یہی ایران کے پاس ہے وہ ایک مملکت ہے سارے ان کے مخالف ہیں آس پاس آپ دیکھ لیں جتنے بھی اگر امریکہ ہے چین ہے روس ہے وہ سارے اس سے مخالف رکھتے ہیں ابھی وہ بھی ہمارا اسلامی ملک ہے ہمارا بھائی ہے۔ ٹھیک ہے ہم سے جدا ہے وہ اور بات ہے۔ لیکن پاکستان بھی جتنی مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ آج تک اگر انڈیا کے ساتھ اس کے تعلقات خراب ہیں وہ اگر آگے آ جاتا ہے تو سوچتا ہے کہ اس کے پاس ایم بم موجود ہے اور مجھ پر حملہ کر لیگا اگر میں اس کا اسلام آباد تباہ کر دوں گا لا ہور تباہ کر دوں گا تو ہمارے بھی کوتباہ کر دیگا۔ تو یہ تعلیم کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر ہم اپنے استادوں کو protection دیں تو وہ ٹینکنالوجی ہم ادھر بلوجستان میں بھی حاصل کر سکتے ہیں اپنے انجینئر پیدا کر سکتے ہیں۔ آج اگر ہم ریکوڈ کو نہیں چلا سکتے ہیں آج اگر ہم سینڈ کو نہیں چلا سکتے ہیں تو یہ ہماری اپنی کمزوری ہے کہ ہمارے پاس ٹینکنکل لوگ نہیں ہیں۔ اور ٹینکنکل لوگ جتنے بھی باہر سے آتے ہیں ہمارے بچوں کو پڑھاتے ہیں ہمیں آگے لیجاتے ہیں ہم ان کو مارتے ہیں۔ تو ہم تو پانچ سو سال پیچھے جار ہے ہیں ہم تو اس جہالت کے دور میں واپس جار ہے ہیں جو ہزاروں سال پہلے تھا۔ اس پر تو ہم بیٹھ کر جس طرح سردار صاحب نے کہا کہ اس پر سوچنا چاہیے۔ تو ٹھیک ہے اگر ہم اپنے دشمن مار دیتے ہیں اس میں ہمیں خوشی ہوتی ہے کہ وہ ہمارے حقوق کو غصب کرتے ہیں ہمارے بلوجستان کو اگر پسمندہ رکھتے ہیں ہمیں تو ان کے ساتھ لڑنا چاہیے ان سے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے متعدد ہو کے ایک اتحاد کی صورت میں ہم نے ان سے حاصل کرنا چاہیے۔ لیکن ہم ادھر جو غریب ہیں اپنے بچوں کے پیٹ پالنے کے لئے ہمارے بچوں کو پڑھا کے ہمارے بچوں کو آگے لیجاتے ہیں ہم اس کو بھی مارتے ہیں۔ اس کے لئے بالکل اس طرح کا اقدام کر کے اس کو کسی طریقے سے بند کرنا چاہیے۔ ہم ان دوستوں کو بھی کہتے ہیں۔ میں تو یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آزادی کی یا جو بلوجستان کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ اگر وہ ہیں اس صورت میں آتے ہیں تو ان کو بھی میں کہتا ہوں کہ اس غریب آدمی کا کیا قصور ہے جو اپنے بچوں

کے پیٹ پالنے کے لئے روڈ پر بیٹھا ہے یا وہ جو ہمارے پھوک کو پڑھاتے ہیں ان کا کیا قصور ہے؟ ان سے پوچھنا چاہیے۔ حقوق کے لئے ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم توڑے ہیں اسلام آباد سے جو ہم حقوق لانے کے لئے ہڑے ہیں تو وہ کس صورت میں ہڑے ہیں۔ ہم اس اسمبلی کے ہمارے دوستوں نے مل کے وہاں سے حقوق لائے ہیں اور اٹھا رہوں تریم جو پیش ہوئی ہے اس میں جو ہم نے حقوق لائے ہیں جو پچاس فیصد صوبوں کو نمائندگی دی گئی ہے یہ بھی صوبائی خود اختاری کے لئے ایک قدم ہے۔ ہم آگے جا رہے ہیں پیچھے نہیں۔ یہ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ان کے لئے طریقہ کار بنانا چاہیے پالیسیاں بنانی چاہئیں۔ ہمارے ملک کی پالیسی اوپر سے خراب ہے اس کو ٹھیک کریں گے تو یہ چیزیں بند ہو جائیں گی۔ مایوسی میں لوگ کچھ بھی کرتے ہیں۔ اگر ایک کتاب پاگل ہو جاتا ہے وہ پھر یہ نہیں دیکھتا کہ یہ بزرگ ہے یا یہ کمزور ہے یا یہ سرمایہ دار ہے یا یہ ایجو کیٹر ہے یا کوئی اور ہے وہ تو ہر ایک کو کاٹتا ہے۔ تو ہمیں ان پاگل کتوں کا بندوبست کرنا چاہیے کہ ادھر کوئی پاگل پیدا ہی نہ ہو۔ اس صوبے میں ہم وہ حقوق دیں ان لوگوں کو مایوس نہ کرنے دیں تو انشاء اللہ یہ حالت نہیں ہوگی۔ پالیسی اوپر سے خراب ہے اور ہم ادھر ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پانی جب اوپر سے گندہ ہو جائے تو نیچے کبھی بھی صاف نہیں ہو گا اوپر سے ہمیں صفائی کرنی چاہیے۔ اس پالیسی کو وفاقی حکومت سے ٹھیک کرنا چاہیے اور ہمارے اپنے جو مطالبات ہیں ان پر عملدرآمد ہو اور ان بھائیوں سے بھی میں کہتا ہوں جو یہ کرتے ہیں ہمارے استادوں کو مارتے ہیں وہ تو غلط لوگ ہیں وہ دہشت گرد ہیں یا ٹارگٹ کلگ میں بے گناہ لوگوں کو مارتے ہیں ان کو بھی یہ سوچنا چاہیے اگر وہ حقوق کے لئے ہڑتے ہیں تو حقوق اس طرح حاصل نہیں ہوتے۔ table talk سے dialogue حاصل ہوتے ہیں۔ آکے بیٹھ کر ہم انشاء اللہ اکھٹے ہو کے اس صوبے کے لئے حقوق حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چونکہ اجلاس کا آج آخری دن ہے اس پر بات ہو گئی نا۔ اس پر حکومت سنجیدگی سے غور کرے۔ لہذا اس تحریک التوا کو نہیں کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ مری صاحبہ، محترمہ عظیمی پیر علیزی صاحبہ مشیر برائے وزیر اعلیٰ۔ (مداخلت) آپ تشریف رکھیں۔ تحریک التوا پیش ہوئی۔ یہ بحث کے لئے منظور نہیں ہوئی۔ اس پر بات ہو چکی ہے آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں، ہو گیا۔ ہو گیا بات ہو گئی۔

(مدخلت۔ مائیک بند۔ کئی اراکین ایک ساتھ بولتے رہے)

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب ڈپٹی سپیکر! ہمارے بی این پی (عوامی) کے پارلیمانی لیڈر ہیں وہاں سے اور نمائندے ہیں اگر ان کو پانچ منٹ بولنے دیا جائے۔ ٹھیک ہے تحریک التوا آپ نے نمائادی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا جعفر مندوخیل صاحب! یہ صرف تحریک التوا پیش ہوئی اس پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: سر! بقا یا اہم لوگ ہیں۔ ٹھیک ہے انہوں نے بات کر لی ہے۔ کوئی تین چار لوگ ہیں دو دو منٹ وہ بھی اگر بات کر لیں تاکہ ایک message چلا جائے لوگوں کو کہ تمام بلوچستان کے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا۔ ہو گیا بات کریں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: نہیں صرف بولنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے اپنی بات کر لی آپ بولیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جناب! ویسے اگر وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منظر فائن! آپ بولیں۔ میں آپ کو اجازت دے رہا ہوں۔ میں آپ کو فلور دے رہا ہوں۔

میر محمد عاصم کردگیلو (وزیر خزانہ): مجھ سے پہلے خواتین ہیں راحیلہ درانی صاحبہ کو دو منٹ دیدیں اس کے بعد میں بولوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا۔ اس کی بات ہو گئی۔

وزیر خزانہ: انہوں نے بات نہیں کی۔

محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پر اسکیوشن): اس کی منظوری کے لئے بات کر رہی تھی آپ نے تو اس سے پہلے تحریک کو نمائادیا ہے سر!۔ ابھی تو اس پر اتنی بات کرنے کے لئے سارے لوگ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے یہ رو انگ دیدی کہ اس پر حکومت سنجدگی سے غور کرے۔

وزیر خزانہ: بہت بہت مہربانی سپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی سپیکر: مولوی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ: سرور موی خیل صاحب! آپ بیٹھیں ناں سپیکر صاحب کی رولنگ مانیں۔ دیکھیں اسپیکر صاحب آپ رولنگ دے رہے ہیں اور یہ واحد ممبر ہے جو آپ کی بات نہیں مانتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا اس پر بات ہو گئی۔ ڈاکٹر فوزیہ مری!

وزیر خزانہ: سپیکر صاحب! بہت بہت مہربانی میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ سپیکر صاحب ہمارے آزادی ممبر مسٹر جعفر خان مندوخیل نے جو تحریک التوانہ 70 پیش کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ستر (70)؟

وزیر خزانہ: نہیں چار (4)۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یارا آپ کو یہ پتہ نہیں ہے آپ ادھر بیٹھے ہوئے ہیں۔

وزیر خزانہ: قاعدہ نمبر 70 کے تحت پیش کی ہے سپیکر صاحب! آپ سنیں تو صحیح ناں۔

سپیکر صاحب! یہ انتہائی اہم تحریک التوانہ آپ خود ہی جانتے ہیں کہ بلوچستان کی پسمندگی کی وجہ سے جو تعلیم کا یہاں حشر ہوا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

1970ء میں جب جمہوری حکومت آئی تھی اس سے پہلے یہاں کوئی یونیورسٹی نہیں تھی 1972ء

میں پہلی مرتبہ بلوچستان یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ سپیکر صاحب! ہماری ناخواندگی کی وجہ

وفاقی گورنمنٹ کے وہ تمام غلط اقدامات تھے جن کی وجہ سے بلوچستان میں ناخواندگی کی شرح بڑھتی گئی۔ سپیکر صاحب! آپ خود اندازہ لگائیں کہ 1948ء سے لیکر 1972ء تک بلوچستان میں

کوئی یونیورسٹی نہیں تھی۔ اور بلوچستان کے بعض اضلاع میں مڈل اور میٹرک تک کی تعلیم نہیں تھی۔

میٹرک کی تعلیم مستونگ، خضدار یا ہمارے بھاگ میں میسر تھی اکثر ہمارے بلوچستان کے لوگ وہاں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ سپیکر صاحب! ہمارے بلوچستان کے لوگوں کو تعلیم کا اتنا ہی شوق ہے جتنا

دوسرے صوبوں کے لوگوں کو بلکہ اس سے زیادہ۔ ابھی بد قسمتی کی بات ہے ان کو تعلیم کی سہولتیں میسر

نہیں ہوئی ہیں اور اس وجہ سے شرح خواندگی بلوچستان میں کم رہی۔ سپیکر صاحب! اگر شرح خواندگی اس حساب سے جو پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا میں ابھی ہے۔ اگر بلوچستان میں یہی

سهولیات میسر ہوتیں تو میں آپ کو حلفیہ کہتا ہوں کہ بلوچستان ان تمام صوبوں سے پہلے نمبر پر ہوتا۔

مگر ابھی ہم پنجاب کا مقابلہ کر سکتے ہیں نہ سندھ کا نہ خیبر پختونخوا کا۔ سپیکر صاحب! یہ ساری

ذمہ داری ہمارے بلوچستان کے غریب اور مظلوم لوگوں کی نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے جو وفاتی گورنمنٹ اس وقت سے بلوچستان کو نظر انداز کیا ہوا ہے۔ سپیکر صاحب! بد قسمتی کی بات ہے ستر کی دھائی کے بعد جو ہمارے اچھے پھر تھے وہ سارے بلوچستان سے چلے گئے۔ سپیکر صاحب! حالیہ دو سال سے تو تعلیم بالکل نہ ہونے سے ہماری تعلیم بالکل نہ ہونے کے برابر تھی اور اس میں سارے پاکستان میں شرح خواندگی بلوچستان کی کم تھی۔ ہمارے جو پرائمری اسکول پہلے سے بند تھے ہمارے مل اسکول پہلے سے ہی کچھ لوگوں کی جانبداری کی وجہ بند تھے اور ہائی اسکولوں کا بھی یہی حال تھا۔ سپیکر صاحب! میں آپ کو بتاؤں میرے اپنے ضلع میں ایک تحصیل میں چالیس پر ائمہ اسکول بند تھے۔ ان کو تالا لگا ہوا تھا اور جو ٹیکروں کا سپروائزر تھا وہ ماہانہ ان سے ایک، ایک ہزار روپے لیتا تھا۔ میں خود آج سے تین سال پہلے چیف سیکرٹری کے پاس گیا پھر سیکرٹری تعلیم کے پاس گیا کہ خدا کے لئے ان اسکولوں کو کھول دیں جو اس علاقے کے ایک آدمی نے بند کئے ہوئے تھے۔ یہ نہیں کہ اتفاقاً یا قصد آبند کئے گئے تھے۔ سپیکر صاحب! ابھی وہاں جو پرائمری اسکول ہیں جو مل اسکول ہیں وہ سارے کھول دیئے گئے ہیں۔ مگر دو سال سے جو ہمارے اساتذہ کرام پر حملہ ہورہے ہیں انہیں ٹارگٹ کلنگ میں مارے جا رہے ہیں مجھے سمجھ نہیں آتا کہ یہ کس وجہ سے اس طرح کرتے ہیں؟ ایک دو واقعات ایسے ہوئے ہیں جو ان میں لوگ پکڑے گئے ہیں۔ ان سے investigations ہوئی ہیں جو حقائق سامنے آئے ہیں ان کا آج تک ہمیں نہیں بتایا گیا کہ کس وجہ سے ان کو مارتے ہیں۔ سپیکر صاحب! میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کا جو تعلیمی معیار ہے اس کو دوسرے صوبوں کے برابر لایا جائے۔ جو ٹارگٹ کلنگ وغیرہ ہیں جو لا ایڈ انفورمنٹ اینجنسیاں ہیں یہ اسکو بند کریں۔ مہربانی جناب سپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا تھیں یو۔ جی سلطان صاحب!

جناب سلطان محمد ترین (وزیرِ جیل خانہ جات): سُمَّ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ تھیں یو جناب سپیکر! مختصر۔ جناب جعفر خان مندوخیل صاحب نے جو تحریک التوا پیش کی ہے یہ حق پر منی ہے اور اس کی میں اپنی طرف سے بھرپور حمایت کرتا ہوں۔ صرف یہ کہونگا کہ اس پر اگر یہاں ہماری اسمبلی کے توسط سے غور کیا جائے اور اس پر کارروائی کی جائے اور ہماری لیویز جو حال ہوئی ہے اس پر بھی جلد کارروائی کی جائے تاکہ اپنا کام یہ سرانجام دے سکے۔ تھیں یو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ظہور بلیدی صاحب!

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر جی ڈی اے و بی سی ڈی اے): جناب سپیکر! جعفر خان مندوخیل صاحب نے جو تحریک التوا پیش کی ہے میں اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ جو میرے یہاں colleagues بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے بہت اچھی اچھی بتیں کی ہیں اور حقیقت بھی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ایک چیز میرے خیال سے ہمارے ساتھیوں نے یہ نہیں کہا کہ بلوچستان ایک جنگی صورتحال سے گزر رہا ہے۔ بلوچستان میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے ایک انارکی کی صورت یہاں اختیار کر گیا ہے۔ اور جناب سپیکر! آپ کو معلوم ہے جب جنگی صورتحال ہوتی ہے تو وہاں اس طرح کے عناصر آجاتے ہیں اور اس طرح کے معاملات ہو جاتے ہیں کہ ان کو سمجھنا اور ان کو پرکھنا ہمارے لئے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اب آپ دیکھیں بلوچستان میں آئے دن لوگ اٹھائے جا رہے ہیں۔ یہاں تک معلوم ہو رہا ہے کہ بلوچستان کے مختلف علاقوں میں آپریشن جاری ہے۔ ایف سی یہاں کے سٹوڈنٹ طلبہ اور لوگوں کو اٹھا کے لے جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! آپ ایک چیز کا اندازہ کریں کہ اگر کسی کا بیٹا کسی کا بھائی اور کسی کا عزیز وہ سالوں سے غائب ہو جائے اور جس کا پتہ بھی نہ ہو جس کے گھروالوں کو یہ معلوم نہ ہوں کہ وہ کہاں ہے کس حال میں ہے کس نے اٹھایا ہے کیوں اٹھایا ہے اس کا قصور کیا ہے۔ تو میرے خیال سے اس کے گھروالوں کے جواہسات ہوئے ان کو معلوم ہو گا اور کسی کو معلوم نہیں ہو گا۔ جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ اس کو بلوچ لوگوں پر اور خاص کر بلوچ اسٹوڈنٹ آر گنائزیشن پر تھوپ دینا کہ جی یہ جتنے بھی ہیں یہ لوگ کر رہے ہیں۔ میرے خیال سے یہ سرا غلط ہے۔ کیونکہ استاد کا درجہ اسلام میں ہمارے معاشرے میں وہ ایک باپ کا ہے، روحاںی باپ کا ہے۔ تو اس کو مارنا اس کو قتل کرنا وہ میرے خیال سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ کوئی بھی اس طرح کی حرکت نہیں کر سکتا۔ تو جناب سپیکر! اس کا حل یہ ہے کہ چونکہ آج کل جمہوری حکومت ہے اور سارے معاملات پر نظر ثانی ہو رہی ہے۔ ٹرانزیشنل پریڈ ہے۔ آئینی پیکنچ آگیا ہے۔ اب وفاق کو بھی اندازہ ہو گیا ہے کہ بلوچستان کے معاملات کو اب زور سے نہیں بلکہ پیار سے حل کرنا ہو گا۔ تو جناب سپیکر! سب سے پہلے جو ہمارے لوگ غائب ہوئے ہیں جو نوجوان اداروں کے پاس اور جو نوجوان یہاں سے غائب کئے گئے ہیں ان کو فوری طور پر بازیاب کرائیں۔ اور اس کے بعد جو محرومیاں ہیں، اب تعلیم کے حوالے سے جس طرح میرے

دوستوں نے کہا بلوجستان میں ہماری حکومت کی طرف سے اور وفاقی حکومت کی طرف سے اس طرح کا کوئی initiative ابھی تک نہیں کیا گیا ہے جو تعلیم عام ہو سکے۔ تو سب سے پہلے ایسا کرنا چاہیے کہ صوبے میں تعلیمی ایم جنسی لگائی جائے۔ اگر تعلیمی ایم جنسی ہو گی ہر جگہ تعلیم عام ہو گی تب جا کے معاملات اپنی جگہ آہستہ ٹھیک ہونا شروع ہو جائے گے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں ایک اور بات بھی گزارش کرتا چلوں کہ یہاں جو ہماری قوموں کی پیچان ہے وہ زبان سے ہوتی ہے اور جس زبان کو پروان چڑھنے کا پھلنے پھولنے کا موقع مل جاتا ہے اس قوم کو تاریخ میں یاد رکھا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! میرا مقصد ہمارا جو ”بلوچی وش نیوز“ چینل ہے اس کی طرف ہے۔ ہماری جو پاکستان میں اشتہاری کمپنیاں ہیں ان کے پانچ سو پیپلز میٹر لگائے ہوئے ہیں۔ ان میں ڈھائی سو کراچی میں ڈھائی سو پنجاب میں ہیں۔ اور جو لوگ ان علاقوں میں زیادہ تر وہ چینلز دیکھتے ہیں اور وہ اشتہارات انہی چینلز کو ملتے ہیں جس میں جیوا اور ایکسپر لیس اور جو بڑے بڑے چینلز ہیں جو باقی گلہ ہیں ہمارے علاقائی چینلز ہیں وش نیوز چینل ہے خیری وی ہے پنجاب کا اور KTN ہے سندھ کا ان کو اشتہارات نہیں دیتے ہیں۔ اور خاص کر ہمارا وش نیوز چینل بلوجستان میں پونکہ بلوچی زبان کا ایک پہلا چینل ہے جو بلوچی زبان بلوچی روایات کو فروع دینے کے لئے کوشش ہے تو اس کو کوئی اشتہار نہیں مل رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں اس اسمبلی کے توسط سے یہ کہنا چاہوں گا کہ جو اشتہاری کمپنیاں ہیں وہ اپنے پیپلز میٹر پر نظر ثانی کریں۔ اور ان جگہوں پر بلوجستان کے، فاما اور سندھ کے اندر ورنی حصوں میں پیپلز میٹر لگائیں تاکہ ان چینلز کو بھی پروان چڑھنے کے موقع ملیں۔ دوسرا جناب سپیکر! ہمارے جتنے بھی وزراء صاحبین بیٹھے ہوئے ہیں اور جو مختلف ڈیپارٹمنٹس کے وزیر ہیں میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وش نیوز چینل کو کہ اس کی سر پرستی کریں اور اپنے محکموں میں جو اشتہارات بنتے ہیں ان سے کہیں کہ جو خصوصی طور پر ”вш نیوز چینل“، کو دیں تاکہ یہ چینل پروان چڑھے اور جو ہمارے صوبے کی grievances ہیں اور صوبے کا ہمارا جو کلپر ہے ہماری جو زبان ہے آہستہ آہستہ پروان چڑھیں اور ترقی کریں۔ مہربانی جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت و حرف): شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے کچھ گزارش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر! زیر بحث تحریک اتوانمبر 4 جو جعفر خان

مندو خیل صاحب نے پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان قردادوں کی طرح ہے جس طرح انہوں نے پہلے بھی صوبے کی اہم نویت کے معاملات کو اس اسمبلی کے فور پر ہمیشہ اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کی تفصیل میں جانے سے قبل اس کے ساتھ اظہار تکمیل یا اس کی حمایت کا اعلان کرتا ہوں۔ بی این پی (عوامی) کی جانب سے۔ لیکن جناب والا! یہاں بہت سارے دوستوں نے باقی کی ہیں اور بہت سارے دوستوں نے تجویز دی ہیں میں ان تمام کی تجویز سے یقیناً متفق ہوں۔ لیکن جناب والا! ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے صوبے میں تعلیمی ادارے آئے دن زوال پذیر کیوں ہو رہے ہیں؟ حالانکہ جناب والا! دوسری جانب اگر دیکھا جائے PSDP کے اندر ریا ہم ایم پی ایز کے لئے جتنے فنڈ زمٹھ کئے جاتے ہیں، کوئی ایم پی اے ایسا نہیں ہو گا جس کے فنڈ زمٹھ میں سے تعلیمی اداروں کے لئے پیسہ نہ ہوں۔ ہر کسی نے اپنے حلقوں میں، اپنے علاقوں میں اپنے ڈسٹرکٹ میں تعلیم کے لئے یقیناً کچھ نہ کچھ فنڈ زمٹھ کیا ہو گا۔ لیکن جناب والا! سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا ایک خوبصورت بلڈنگ، ایک خوبصورت عمارت تعلیم کے لئے کافی ہے؟ جناب والا! جواب یہی آئیگا کہ ہرگز نہیں۔ جب تک اس خوبصورت بلڈنگ میں، اس خوبصورت عمارت کے اندر ایک اچھا ذہن، ایک اچھا پڑھانے والا موجود نہیں ہو گا تو اس خوبصورت عمارت اور ایک عام عمارت میں یا ایک ایسی عمارت جسکو بیت الحلا کے طور پر ہم جانتے ہیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس سکیٹر میں ہم نے اب تک کیا کام کیا ہے کہ خوبصورت بلڈنگوں میں ذہنوں کو بٹھانے کے لئے اب تک ہمارے پاس کیا پروگرام ہے؟ ابھی تک ہم نے کونسا ایسا پروگرام ترتیب دیا ہے، پالیسی اپنائی ہے کہ اس کی کوپرا کر سکیں۔ جناب والا! ہمارے بلوچستان میں کچھ ادارے ہیں جن میں ریز یونیورسٹیں کا لجڑ ہیں جو ڈویژنل یوں پر اور ہمارے صوبائی دارالخلافہ میں تعمیر نوجیسے ادارے ہیں، جہاں سے اس کی کوہم پورا کر رہے تھے۔ لیکن جناب والا! اگر ہمارے تعلیمی اداروں میں یہی حال رہا اور آئے دن ہمارے ذہن اساتذہ کا قتل ہوتا رہا اور ہم یہاں آکے سوائے دعاۓ مغفرت کے اُن کے لئے کچھ نہ کر سکیں پھر ہم یہ گلہ کس سے کریں۔ آیا لوگوں نے تو ہمیں ووٹ دے کر یہاں بھیج دیا ہے، وزیر ہم ہیں کا بینہ میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں اس وقت حکومت ہمارے پاس ہے لیکن پھر ہم کس کے پاس جائیں کس سے گلہ کریں؟ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ہم بلوچستان کی معدنیات کی بات کرتے ہیں جہاں ہم ریکوڈ کی بات کرتے ہیں جہاں ہم سیندک کی بات کرتے

ہیں میں کہتا ہوں وہ تو چھپے ہوئے خزانے ہیں جو زمین کے اندر ہیں۔ تو جناب والا! یہ اساتذہ یہ چلتے پھرتے خزانے ہیں یہ وہ خزانے ہیں اگر ان کی نشوونما نہیں کی گئی تو زمین کے نیچے وہ مدفون خزانے کبھی باہر نہیں آ سکیں گے۔ اگر آ بھی گئے تو کم از کم اپنی اس قوم کی خاطرو وہ استعمال نہیں ہو سکیں گے باہر کی کوئی کمپنی آ کے اُن کو خرچ کر گی اور لیکر جائیگی۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس پر ایک ایسی ذمہ دارانہ پالیسی اپنانے کی ضرورت ہے جس میں تمام حکومتی ادارے نہ صرف حکومتی ادارے میں تو اس حد تک گزارش کر دنگا کہ وہ پارٹیاں جو اس وقت اسمبلی میں موجود نہیں ہیں حالانکہ ان کی نمائندگی کسی نہ کسی حوالے سے ہے آزاد کی حیثیت سے دوسری حیثیت سے۔ لیکن اگر وہ جماعتیں جو اس وقت اسمبلی سے باہر ہیں میں کہتا ہوں جناب والا! ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے کہ ان کو بھی ساتھ ملایا جائے اور مل بیٹھ کے ایک ایسی پالیسی اپنانی جائے جس سے ہم بحیثیت قوم، بحیثیت ایک علاقے کے، بحیثیت ایک صوبے کے روز بروز زوال پذیر نہ ہوں۔ کم از کم ہمارا جو یہ زوال ہے یہ اگر اور پر نہیں آتا کم از کم کچھ سالوں کیلئے تو رُک جائے تاکہ پھر کوشش کر کے اسکو بڑھایا جائے۔ اور جناب والا! جس طرح باری صاحب نے کہا انہوں نے اس پر بہت ہی تفصیل کے ساتھ بات کی میں انکی باتوں سے agree کرتا ہوں۔ جناب والا! یہاں یہ نہیں کہ صرف ہمارے اپنے لوگ تعلیم کے دشمن ہیں یہ بھی ہے کہ یہاں باہر کی قوتیں موجود ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے چھپی ہوئی حقیقت ہے مانیں یا نہ مانیں لیکن اسکا ہر ایک بلوچستانی کو احساس ہے۔ امریکہ کے مفادات ہیں، چاننا کے مفادات ہیں، ایران کے مفادات ہیں افغانستان کے مفادات ہیں انڈیا کے مفادات ہے دوسرے تمام ملکوں کے مفادات ہیں۔ تو جناب والا! انکی رسہ کشی میں ہمیں فائدہ ہونا چاہیے۔ انکی رسہ کشی میں ہماری اگر اتنی زیادہ اہمیت ہے تو اس اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ہم اس چیز کو ثابت کا موس کی جانب لیکر جائیں۔ اس سے ہم اپنی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے ہم آگے کی جانب جائیں نہ کہ جناب والا! اس طرح سے اپنی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے ہم زوال پذیر ہوں ہم روز بروز تباہی کی جانب جائیں۔ تو میری جناب والا! یہی درخواست ہوگی، وزیر اعلیٰ صاحب آئیں گے ان سے ہم گزارش کریں گے کہ صوبے میں تعلیم کے حوالے سے ایسی پالیسی اپنانی جائے جو سب کیلئے قابل قبول ہو۔ اس میں نہ صرف اسمبلی کے اندر کی پارٹیاں، اس وقت جو پارٹیاں اسمبلی سے باہر ہیں انکو بھی اعتماد میں لیکر باقاعدہ ایک واضح پالیسی اپنانی جائے۔

اور میں جعفر خان صاحب کی اس تحریک کی پوری حمایت کرتا ہوں۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مولوی سرور صاحب!

مولانا محمد سرور موسیٰ خیل (وزیر محنت و افرادی قوت): شکریہ جناب سپیکر! محترم جعفر خان مندوخیل نے جو تحریک التوا ایوان کے سامنے پیش کی، جس پر تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ سے ہمارے تمام دوستوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ جناب سپیکر! بلوچستان کی پسمندگی میں جہاں اور بہت سے عوامل ہیں وہاں ایک سب سے بڑا انصراف تعلیم کا نہ ہونا ہے۔ جناب سپیکر! ہم ہر فورم پر ہمارے جو مرکزی نمائندے ہیں یا یہ جو صوبائی اسمبلی ہے، ہم ہر جگہ یہ چیخ و پکار کر رہے ہیں کہ ہمارے لوگوں کو نوکریاں نہیں مل رہی ہیں۔ ہمارے لوگوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں اس موقع پر ایک چیز یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے لوگوں میں کسی حد تک وہ اہلیت بھی نہیں ہے جو دوسرے صوبوں کی تعلیم یافتہ لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ ہمارے لوگ دوسرے علاقوں سے، دوسرے صوبوں سے پہچپے ہیں۔ جناب سپیکر! اب جو نیا عمل شروع ہوا ہے اُس نے اُس پسمندگی میں تعلیم کی اُس تباہی میں ایک بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ آج وزیر تعلیم صاحب تشریف نہیں لائے ہیں، اس اہم قرارداد کی موجودگی میں اُس کو موجود ہونا چاہیے تھا۔ جب اس پر بحث ہو رہی ہے تو اس کو موجود ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ ایوان کو وہ تعداد بتا دیتے کہ اب تک کتنے لوگ مکمل تعلیم سے ڈیپلیشن پر یا نوکری چھوڑ کر یا چھٹی لیکر چلے گئے ہیں۔ میرے حساب سے ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اور اگر ہزاروں میں نہیں تو کم از کم کئی سو تو ضرور ہے۔ تو جناب سپیکر! جس صوبے سے کئی ہزار لوگ اور وہ لوگ جو علم پڑھانے والے ہوں جو علم سکھانے والے ہوں، وہ صوبہ کو چھوڑ کر چلے جائیں تو اس صوبے کی کیا حالت ہوگی۔ اور جناب سپیکر! جو اس وقت تک ان کے تمام گھروالے پریشان رہتے ہیں جب تک کہ وہ واپس نہیں آتے۔ جناب سپیکر! ہمارے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے والے نے ٹیوشن پڑھانا چھوڑ دیا وہ کہتا ہے جی میں نہیں پڑھا سکتا۔ تو اگر گھروں میں ٹیوشن پڑھانے والوں کا یہی حال ہے تو تعلیمی اداروں کی کیا حالت ہوگی۔ جناب سپیکر! تمیر نو ادارہ جس شخص کی شہادت کی وجہ سے بند ہوا وہ شخص جناب سپیکر! اسی صوبے کے بچوں کو چالیس سال تک پڑھاتا رہا۔ اور چالیس سال کے بعد جناب سپیکر! اس صوبے کے لوگوں نے اس کو یہ

جواب دیا کہ اس کو گولی مار کر اس کی body اُس کے آبائی علاقے سمجھوادی۔ جناب سپیکر! کیا ہم بلوچ ہیں؟ کیا ہماری پڑھان ہیں؟ کیا ہماری یہی روایات ہیں؟ کیا ہم مہمانوں کے ساتھ ہمسایوں کے ساتھ جو دوسرا کمزور قومیں ہیں ان کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں یہ ہمارے آباء و اجداد کی روایت تھی؟ میں سوچ رہا تھا کہ سردار شناع اللہ زہری جو چیف آف جھالاوان ہیں وہ اس پر ضرور بات کریں گے اور اپنی روایات کو بھی بیان کریں گے کہ یہ بلوچوں اور پڑھانوں کی قطعاً روایات نہیں ہیں کہ اپنے گھر آئے ہوئے شخص کو چالیس سال اُس سے خدمت لے کے اسکے بعد اس کو گولی مار دی جائے۔ جناب سپیکر! میں اس شخص کو اسلئے قریب سے جانتا ہوں کہ یہ کم از کم پندرہ بیس سال لورالائی میں پڑھاتا رہا ہے۔ ہمارے وہ جوان جو آج افسر ہیں جو آج دوسرے شعبوں میں کام کر رہے ہیں وہ سب اسے اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے گھر کا فرد۔ اور ان سب کو اس پر اسلئے غم ہوا کہ پندرہ بیس سال وہ لورالائی میں پڑھاتا رہا جو ہمارا پہلے ضلع تھا اُسی میں کالج تھا اور کسی علاقے میں نہیں تھا۔ بارکھان، موسیٰ خیل، دکی، کوہلو اور قلعہ سیف اللہ ان علاقوں کے سارے بچے اُس سے پڑھتے تھے یہ اُنکا استاد تھا۔ اور بعد میں پھر وہ چیئرمین بورڈ بھی رہا۔ بہت سارے لوگوں کا اس سے واسطہ پڑا ہوگا۔ وہ انتہائی شریف نفس اور انتہائی عاجز شخص تھا۔ ہم نے اُسے بحیثیت چیئرمین بھی دیکھا کبھی اُس نے یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں آج ایک استاد نہیں بلکہ ایک افسر ہوں بلکہ اس نے انتہائی عاجزی میں ہر شخص کو ملنے کا موقع دیا۔ جناب سپیکر! اس عمل کا میرے حساب سے سب سے زیادہ نقصان اس صوبے کے بلوچ جو غریب بلوچ ہیں جو غریب پڑھان ہیں اُن کو ہو رہا ہے۔ اس لئے ہو رہا ہے جناب سپیکر! کہ سرمایہ دار شخص کا بچہ آج بھی مری میں پڑھ رہا ہے۔ ہمارے جو سردار اور نواب صاحبان ہیں اُن کے بچے آج سے چالیس سال پہلے بھی اپنے ای سُن میں پڑھتے تھے۔ غریب مارا جا رہا ہے جناب سپیکر! ہمیں وہ تو نہ والاثیپر رہنے دیا جائے تاکہ ہمارے غریب کے بچے بھی اس قابل ہوں کہ کم از کم کہیں چڑھا اسی بھی جا کر بھرتی ہوں۔ کیونکہ آج کل تو چڑھا اسی بھرتی کرنے کے لیے بھی آپ کے پاس میٹرک ہونا ضروری ہے۔ اور جناب سپیکر! جس طرح جعفر خان نے کہا کہ جو لوگ ڈگریاں لے کر نوکری مانگ رہے ہیں ان کی بھی حالت یہ ہے کہ اگر آپ ان سے کہیں کہ جناب آپ مجھے application لکھ کر دے دیں تو وہ لکھ دیں گے لیکن وہ غلطیوں سے بھری ہوئی ہوگی۔ میں مثال دیتا ہوں کہ ایک ہفتہ پہلے

ہمارے پاس ایک بندہ آیا نوکری لینے کے لیے، میں نے اس سے کہا کہ آپ حروفِ تجھی میں
الیں اینڈ جی اے ڈی لکھ دیں، کمرہ بھرا ہوا تھا اس بندے نے تین دفعہ لکھا تینوں دفعہ غلطی کی۔ یہ تو
وہ تعلیم یافتہ ہے جو بیچارہ پڑھ کر آیا ہے۔ جناب سپیکر! دو عذاب ہم پر مسلط ہیں۔ ایک گورنمنٹ
ٹیکر ایسوی ایشن ہے جو ٹیکروں کو حرام خوری سکھانے کے لیے بنی ہوئی ہے اور دوسرا جوتا زہ
عذاب ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے پروفیسر صاحب، ہمارے ٹیکر صاحب، ہمارے استاد صاحب، کو
گولی سے چھلنی کیا جاتا ہے۔ پوچھنے اور غور کرنے کی بات صرف یہ ہے جناب سپیکر! کہ کیا اس اسمبلی
میں بیٹھنے والے لوگ بلوچستان کے مختلف علاقوں سے تعلق نہیں رکھتے؟ کیا ان کے پاس صوبے کا
درد نہیں ہے؟ یہیں مل کر بیٹھیں جناب سپیکر! اپنے علاقوں میں جائیں پڑھ کر یہ کہ کون ہے مارنے
والا؟ کیا انڈیا ہے افغانستان ہے یہودی ہے نصرانی ہے یا آپ کی اپنی ایجنسیاں ہیں؟ ہمارے
وزیر داخلہ نے اسمبلی کے فلور پر کہا تھا کہ جناب ہم نے لوگوں کو پکڑا جو ثارگٹ کلرتھے اور رات کو
تھانے سے کوئی پھردا کر لے گیا۔ اگر اس طرح کی صورت حال ہے جناب سپیکر! پھر تو لگتا یہی ہے کہ
”گھر کو آگ لگی ہے گھر کے چراغ سے“، پھر ہمیں اس پر سوچنا چاہیے۔ اب سی ایم صاحب بھی
نہیں ہیں سردار صاحب بات کریں گے خدا کے لیے یہ ہمارے بڑے ہیں قابلی طور پر بھی اور عوامی
طور پر بھی۔ یہ سب سر جوڑ کر بیٹھیں کیا بلوچستان کا غریب بلوچ اُس کا وہ پچھے جس کا دل کرتا ہے کہ
میں صحیح چائے کی ایک پیالی اکنے ساتھ پی کر گھر سے نکلوں، اسکوں جا کر اور پھر واپس آؤں۔ اس
بلوچ کی بات نہیں ہو رہی ہے جو صحیح چار انڈے ناشتہ کر کے اسکوں جاتا ہے اُس غریب بلوچ کی
بات ہو رہی ہے جس کا پچھے پچھے ہوئے کپڑوں کے ساتھ صحیح گھر سے نکل کر اسکوں جاتا ہے آپ نے
وہ ٹیکر اس سے چھین لیا ہے آپ اس کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ بہت شکریہ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی آغا عرفان!

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب سپیکر صاحب! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔
اور میں کچھ الفاظ اس اہم تحریک التوا کے حوالے کہنا چاہتا ہوں۔ باقیں تو بہت ہوئیں تقریباً ہر پہلو
پران کو دوبارہ کہنا مناسب بھی نہیں ہے۔ عرض یہ ہے جناب! کہ یہ واقعات جو رومنا ہو رہے
ہیں، ہم بھی اخبارات کو روزانہ پڑھتے ہیں یہی ایک ہی ذریعہ ہے ہمیں کچھ معلومات ہو رہی
ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ cabinet کی میٹنگ میں ہمارے وزراء کو تمام چیزوں کے بارے

میں وزیر داخلہ brief کرتے اور کم از کم ہم اسمبلی کے ممبران کو یہ معلومات ہوتیں کہ یہ واقعات، ان کے پیچھے کون ہیں اور ان کا سد باب کس طرح کیا جائے؟ جب کسی، ہم ڈاکٹری میں پڑھتے تھے کہ جس مرض کی وجہ cause اگر اسکی ہو تو پھر اس کا آپ علاج کر سکتے ہیں۔ جب آپ کو معلوم ہی نہیں ہے کہ یہ مرض جس طرح کہ کینسر ہے یا ایڈز ہے، اسی لیے اُس کا علاج ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ تو جناب! ہمارے وزیر داخلہ نے اسی فلور پر کہا تھا کہ ہمیں تمام چیزوں کا علم ہے، معلومات بھی ہیں کہ یہ کون کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے اس فلور پر کہا تھا کہ ہمیں معلوم ہے کہ کون یہ کر رہے ہیں تو معاملہ حل ہو گیا۔ آج یہ تو ایک موجود نہیں ہیں کہ وہ میرا یہ جواب دے دیتے۔ لیکن آپ کے تو سط سے اور اس اسمبلی کے، آپ مہربانی کر کے اُن سے یہ معلومات لیں اور ہمیں یہ آپ feed کریں کہ جب انہوں نے یہ بات کی ہے کہ انہیں یہ معلومات ہیں، حکومت کو معلومات ہیں، وزارت داخلہ کو۔ تو ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے تاکہ ہم اپنے عوام کو satisfy کر سکیں۔ جناب! دوسری بات یہ ہے کہ یہ سراسر pure بلوچوں کے اور تھوپنا پا جا رہا ہے کہ یہ ٹارگٹ لنگ بلوج کر رہے ہیں۔ سر! یہاں جس طرح ہمارے معزز ارکان نے باتیں کیں کہ یہاں میں الاقوامی سازشیں بھی ہو رہی ہیں، امریکہ، نیپو، ہم قلات جاتے ہیں روزانہ تو کم از کم اس دو تین گھنٹے کے سفر میں کوئی ۸۰-۶۰ ٹرالروزانہ تو میں دیکھتا ہوں کہ وہ افغانستان کی طرف جا رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کوئی دو تین سال سے جاری ہے۔ تو جناب! یہ کوئی طالبان کے ساتھ لڑائی کے لیے یہ اتنا اسلحہ اور اتنی چیزوں یہ اُنکے لیے نہیں ہیں یہ کوئی بہت بڑی سازش ہے۔ اور ہمارے ملک سے جاری ہیں۔ ان کا بھی صوبائی اسمبلی کی کسی ممبر کو کوئی علم نہیں ہے کہ ان میں کیا چیزوں ہیں۔ گو کہ دو تین ٹرالر جو ڈاکوؤں نے چوری کیے تھے ان میں سے جو سامان نکلے ہیں ان کا ہمیں علم ہو گیا بعد میں جب پولیس نے ان بیچاروں کو پکڑ لیا کہ جو مارکیٹ کے اندر ان کو اسکریپ کر رہے تھے، اسکریپ والوں سے جو معلوم ہوا۔ تو عرض یہ ہے کہ سر! یہ ایسی چیزوں ہو رہی ہیں جو pure بلوچوں پر ڈالا جا رہا ہے۔ بلوج، آیا یہ اس طرح کی حرکت کیوں کریں گے سر!۔ جو جدوجہد ہماری مزاحمتی تحریک والے کر رہے ہیں وہ حق حقوق کی بات کر رہے ہیں اسی طرح ہم بھی حق حقوق کی جدوجہد کر رہے ہیں ہر ایک کا ایک طریقہ کار رہے ان کا طریقہ کار الگ ہے ہمارا طریقہ کار الگ ہے۔ تو جناب! جب ان کے نام کوئی سیپلاٹ فون پر نوشکی، خضدار، کوئی فون کر کے کہتا ہے کہ جناب میں فلاں تنظیم سے

بات کر رہا ہوں اور یہ میں تسلیم کرتا ہوں، تو یہ شاید میرے خیال میں ان کے لیے بہت سخت ہو گا کہ ہم اس کی تردید کریں۔ یہ وہی credit اور discredit کی بات ہے۔ وہ اُن کے لیے کریٹ شمار ہوتا ہے کہ آرگانائزیشن پورے بلوچستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ تو وہ اپنے کو discredit کیسے کریں گے؟ تو جناب! عرض یہ ہے کہ جس طرح وزیر داخلہ صاحب نے کہا اسی فور پر کہ لوگ کپڑے جاتے ہیں راتوں رات اُن کو چھوڑا جاتا ہے۔ پھر جناب! ہمیں clear کیا جائے ہمیں بتایا جائے کہ یہ سازش کہاں سے ہیں کیوں یہ بلوچوں کو اس حوالے سے ٹارگٹ کیا جا رہا ہے۔ تو اس طرح ہمارے پنجاب میں سر! آپ کو علم ہے کہ 40% - 30% بلوج رہتے ہیں جتنے بھی سرائیکی بولنے والے ہیں اس حد تک کہ ہماری قومی اسمبلی کے ممبر لیاقت بلوج جو کہ جماعت اسلامی سے ہیں وہ لا ہور سے elect ہو کر آتے ہیں۔ تو اس پورے belt میں جی ہاں، تو پنجاب میں صرف 40% بلوج ہیں جناب! تو ہم اپنے ان بلوچوں کے لیے کیوں پیچیدگیاں پیدا کریں۔ یہ بالکل جناب! جو اخباروں میں یا جس طرح projection بلوچوں کے خلاف یہ کیا جا رہا ہے اور یہ تعلیم دشمنی کے حوالے سے، میں بھی BSO میں تھا، BSO کا منشور کا پہلا جو لکھا ہوا تھا وہ تعلیم کا تھا سر! تو BSO تعلیم کے خلاف کیسے اس فتح کی حرکت کر گی۔ تو میں عرض کرتا ہوں سر! کہ ہم حکومت ہمارے جو ذمہ دار ادارے ہیں، پولیس ہے، لاکھوں کروڑوں روپے اس پر خرچ ہو رہے ہیں۔ باقی ہماری دیگر ایجنسیاں ہیں تو اتنی ایجنسیوں میں اتنی پولیس میں کوئی بھی کپڑا نہیں جاتا؟ یہ بھی عجیب بات ہے۔ ہم لوگ اربوں میں بھی نہیں ہیں مل ملا کر پتہ نہیں کدھر کدھر سے اپنے کو ہم نے 80 لاکھ تک پہنچا دیا ہے۔ ہر ایک دوسرے کو جانتا ہے۔ مولانا سرور صاحب نے کہا فلاں بہت زبردست، ہر ایک اپنے حلقة کا، اضلاع کا، تحصیل کا، ہم اپنی یونین کونسل کے ایک ایک وارڈ کے لوگوں کو جانتے ہیں، تو یہ کیا وجہ ہے جب کوئی ماحول، پولیس کو جہاں کچھ نظر آئے تو وہ ایک دم کپڑتی ہے۔ لیکن جہاں عوام کو تکلیف ہو رہی ہے، ٹارگٹ کنک کے حوالے سے میں بات کر رہا ہوں ان میں سے کوئی نہیں کپڑا جاتا۔ سر! آپ کے علم میں بھی ہو گا مستونگ میں نوشکی میں خضدار میں دو تین جگہے ایسے ہیں بولان میں لوگ کپڑے گئے جن کے حوالے سے اخباروں میں تھا کہ ان کا تعلق ہم سے تھا اپنوں سے تھا۔ تو سر! اس طرح ٹھیک ہے لوگ ہوں گے ضرور ہوں گے تو ان کی نشاندہی کی جائے تاکہ ہم بلوچستان کے عوامی نمائندے قوم کو

بیدار کر سکیں کہ یہ آپکے دشمن ہیں یہ تعلیم دشمن ہیں بلوچستان کے دشمن ہیں۔ آج سرا بلوچستان کو سب سے زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے اور تعلیم دشمنی کا جو یہاں آج ایک سلسلہ شروع کیا گیا ہے یہ سراسر بلوچ قوم، بلوچستان پشتون، بلوچ اور جو سینئلر یہاں آباد ہیں ہماری ہزارہ برادری یہ ہمارے ساتھ ایک سوچی تجھی سازش کے تحت یہ منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا، جی سردار صاحب! اب آخری speech ہے آپ اس پر بات کریں۔

سردار ثناء اللہ خان زہری (وزیر ایں ایڈ جی اے ڈی) : تھینک یوم سٹرپسیکر! بڑی مہربانی ہمارے دوستوں نے تو اس معاہلے پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ آج کا مسئلہ نہیں ہے یہ تو کافی ٹائم سے چلا آ رہا ہے۔ بہرحال جعفر خان مندوخیل نے جو تحریک پیش کی ہے میں اپنی طرف سے اپنی پارٹی کی طرف سے اس کی حمایت کرتا ہوں۔ اور جس طرح دوستوں نے اس پر تفصیلی بات کی۔ جعفر خان مندوخیل صاحب نے شاہ صاحب نے سردار اسلم نے مولانا سرو ر صاحب نے باقی دوستوں نے تفصیلی اظہار خیال کیا۔ بہرحال جو کچھ بھی اساتذہ کے ساتھ بلوچستان میں ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی افسوسناک واقعات ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جو حالات ہیں اور یہ جو واقعات ہیں ہمیں ان پر سنجیدگی کے ساتھ سوچنا چاہیے۔ اور ان معاملات پر سنجیدگی کے ساتھ غور و غوض کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو اللہ نہ کرے کہ بلوچستان میں وہ وقت نہ آئے جب ہمارے اسکولوں میں اب بھی تالا لگنے کا ٹائم آپکا ہے لیکن وہ وقت نہ آئے کہ ہمارے اسکولوں پر ہمارے اداروں پر بالکل ہی تالے لگے ہوئے ہوں اور وہاں کوئی پڑھانے والا نہ ہوگا۔ یہاں جو کچھ بھی ہے تعلیمی دشمنی کے حوالے سے باقی ہو رہی ہیں یا اساتذہ کے حوالے سے۔ جناب سپیکر! ہم سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں بین الاقوامی ایک سوچی تجھی سازش کے تحت کی جا رہی ہیں اور جس طرح 50ء کی دہائی سے لیکر 60ء کی دہائی سے لیکر 70ء پھر 70ء سے 80ء تک بلوچستان کو ہر حوالے سے پسمندہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ان سازشوں کی کھڑی ہے کہ بلوچستان کو تعلیم کے میدان میں دوسرے حوالوں سے تو بلوچستان تو ویسے ہی پسمندہ ہے اور اس قوم کو اگر اور پسمندگی کی طرف دھکیلنا ہے اور پسمندگی کی طرف لے جانا ہے جو ہمارے آنے والی generation کے جن کے کندھوں پر بلوچستان کی ذمہ داریاں ہوں گی ان کو تعلیم کے زیور سے بے خبر رکھا جائے۔ اور اُسی کی وجہ سے یہ چیزیں ہو رہی ہیں۔ اور بلوچستان کے ساتھ بلوچستان کے جو عوام

ہیں، خصوصاً بلوچستان کی جو پسمندہ عوام ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک بہت بڑی گناہوں سازش ہو رہی ہے۔ ہمارے دوستوں نے کہا کہ بہت سے ہمارے لوگوں کے بچے دوسری جگہوں میں پڑھتے ہیں۔ حقیقت ہے اس میں جو صاحب حیثیت لوگ ہیں وہ اپنے بچوں کو باہر پڑھاتے ہیں وہ اپنے بچوں کو کراچی میں پڑھاتے ہیں اچھے اسکولوں میں پڑھاتے ہیں انگریزی اسکولوں میں پڑھاتے ہیں لیکن ان لوگوں کا کیا ہو گا جو یہاں رہنے والے لوگ ہیں جو غریب طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں وہ کہاں جائیں گے اور وہ جو لوگ ٹارگٹ ننگ میں مارے جا رہے ہیں ان کا کیا قصور ہے؟ خضدار میں ہمارے BRC کے پرنسپل کو چھ مہینے پہلے قتل کر دیا گیا۔ تین چار دفعہ جناب سپیکر! وہ میرے پاس آیا سردار اسلام صاحب سے بھی ملا تھا۔ تو ہم نے اس سے کہا کہ جی اگر آپ چاہتے ہیں کسی اور کو ہم یہاں لا جائیں آپ کا تبادلہ کریں یہاں کے حالات اچھے نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ آپ کو وہ نقصان دیں۔ تو اللہ اس کی مغفرت کرے اس نے کہا کہ میرا جینا میرا مننا ان بچوں کے ساتھ ہے جن کو میں پڑھا رہا ہوں۔ اب میں اس عمر میں جا کر پنجاب میں آباد نہیں ہو سکتا ہوں۔ میرے بچے بھی یہیں ہیں میری زندگی بھی یہیں ہے اور میری موت بھی یہیں ہے۔ تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد جس کے ہاتھوں ہوا، ہمارے ہی ہاتھوں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے ہی لوگ ہیں بابا یا آسمان سے اترے ہوئے لوگ نہیں ہیں ان کو ہمارے ہی ہاتھوں سے شہید کیا گیا۔ اور آج اگر بھی اساتذہ یادوسرے لوگ میں سمجھتا ہوں کہ کہیں اور جائیں پڑھنے کے لئے پڑھانے کے لئے ان کو لوگ سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ آج بھی اگر یہاں انکو اتنی salary دے رہے ہیں اس میں وہ کہیں اور بھی نوکری کر سکتے ہیں۔ ہمارے منظر شفیق احمد خان صاحب کا واقعہ آپکے سامنے ہے اللہ ان کی مغفرت کرے، ہم اکٹھا اٹھتے بیٹھتے تھے، بارہا ہم نے ان سے کہا ہیں دفعہ کہا کہ آپ اپنا خیال رکھیں اپنی حفاظت کریں۔ ان کے یہ الفاظ تھے کہ میں آپ میں سے ہی ہوں۔ اُسکا کیا انجام ہوا آخروس کی پیشانی پر بھی ایک گولی مار دی گئی۔ اور اُس کو اللہ جنت الفردوس میں جگہ دے وہ شہید ہو گئے ہم سے چلے گئے۔ تو اس طرح کے حالات ہو رہے ہیں۔ میں مختصر ایک ہوں گا جناب سپیکر! کہ ہمیں ان معاملات میں سنجیدگی سے بیٹھ کر سوچنا ہو گا۔ اور ہمیں ان معاملات کو easily seriously بلکہ seriously لینا ہو گا۔ اگر ہم ان معاملات کو easy یں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان آنے والے وقت میں یہاں آپ کوڈ اکٹرز

میسر ہوں گے نہ اپنے انجینئرنگ اساتذہ نہ اپنے پروفیسرز نہ آپ کو یہاں پڑھے لکھے لوگ میسر ہوں گے۔ تو میں مختصرًا ایک یہ کہوں گا کہ جو قویں آج دنیا میں ترقی کی ہیں جناب سپیکر! وہ صرف اور صرف ایجوکیشن کی وجہ سے ترقی کی ہیں۔ آج جو قویں دنیا میں آگے ہیں جو سپر پاور ہیں وہ پہلے ایجوکیشن کے حوالے سے اُسکے بعد نیکنا لو جی کے حوالے سے آگے گئے ہیں اور انہوں نے دنیا پر حکومت کی ہے۔ آج جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک کہتے ہیں وہاں لٹریسی ریٹ وہ سو فیصد ہے۔ تو پہلے انہوں نے اپنی تعلیم کو آگے بڑھایا اور اپنے بچوں کو تعلیم دی وہی لوگ پھر آگے آئے پھر انہوں نے اپنے ملک کو اپنے وطن کو اور اپنی سر زمین کو ترقی دی۔ تو میں یہ کہوں گا کہ ایک ناخواندہ قوم جس میں خواندگی نہیں ہے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی وہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔ تو میں انہی الفاظ کے ساتھ یہ کہوں گا کہ ہمیں ان معاملات پر seriously سوچنا چاہیئے۔ اگر ہم اپنے بچوں کا مستقبل چاہتے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان کا مستقبل سبز بات ہو سرسبز و شاداب ہو تو ہمیں خدا کے لئے ان مسئللوں کو سلیمانی کی طرف لے جانا ہوگا۔ اور اگر کوئی سلیمانی کی طرف نہیں لے جاتا تو ہم خود بیٹھ کر کے ان معاملات پر، سر! ہماری ایک مثال ہے کہ اپنے دستار کے ساتھ بھی آدمی صلاح کرتا ہے، اپنی ٹوپی کے ساتھ بھی صلاح کرتا ہے، ہمیں سرکوسر کے ساتھ جوڑ کر کے ان معاملات کو آگے بڑھانے ان کو حل کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔ اگر ہم اسی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائیں اور یہی کہتے رہیں کہ جی اُن کو مار دیا گیا کل اسکو مار دیا جائے گا تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں ہمارے جو بچوں کا مستقبل ہے یا بلوچستان کا مستقبل ہے میں نے آپ کے سامنے کہہ دیا کہ ایک ناخواندہ قوم ہو گی جس کو تعلیم نہیں ہو گی جیسے ہمارے ایک دوست نے کہا کہ وہ صرف کلاشنکوف اٹھانے کے علاوہ یا چراہا بننے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کر سکے گا۔ وہاں آپ کو انجینئرنگ نہیں ملیں گے وہاں آپ کو ڈاکٹر زندگی ملیں گے وہاں آپ کو پروفیسر زندگی ملیں گے وہاں آپ کو ایک intelectual باسی ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ صد یوں سے یہاں رہ رہے ہیں یا اگر وہاں جائیں تو وہاں adjust بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگ یہاں ہیں ہمارے خضدار میں ایسے لوگ جناب سپیکر! مارے گئے ہیں یا چھوڑ کر چلے گئے ہیں جن کے گھروں میں براہوئی زبان بولی جاتی ہے۔ جن کی شادیاں وہاں براہوئیوں سے ہوئی ہیں۔ جن کے گھروں کی مستورات تک

براہوئی بولتی ہیں اور وہاں جو قومیں ہیں جیسے زہری ہے مینگل ہے بُزنجو ہے ان سے انہوں نے رشتہ داریاں کی ہوئی ہیں لوگوں کو اب پتہ چل رہا ہے کہ فلاں فلاں سیٹلر اُن کا باپ پچاس ساٹھ سالوں سے بلکہ pre-partition سے پہلے ہی سے وہ وہاں کے رہنے والے لوگ ہیں۔ اب ایسے لوگ جو وہ علاقت کو چھوڑ کر کے چلے جا رہے ہیں۔ through out Balochistan میں، تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار رہے ہیں تو اسکے لئے ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا ہو گا۔ تو انہی الفاظ کے ساتھ جناب پسیکر! میں آپا شکر یہ ادا کرتا ہوں (ڈیک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی پسیکر: تحریک انواپر پہلے بھی میں نے رولنگ دی ہے اب بھی میری یہی رولنگ ہو گی کہ حکومت اس پر سنجیدگی سے غور کرے۔ چونکہ اس تحریک انواپر مزید بحث کی گنجائش تو نہیں ہے لہذا یہ تحریک التوانہ ۴ نمائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر فوزیہ نذیر مری صاحبہ، محترمہ عظیمی پیر علی زکی صاحبہ مشیر برائے وزیر اعلیٰ بلوچستان۔

اور محترمہ شمینہ رازق صاحبہ میں سے کوئی ایک رکن انہی مشترکہ قرارداد نمبر ۵۴ پیش کرے۔

محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پراسکیوشن): جناب پسیکر!

جناب ڈپٹی پسیکر: جی۔

وزیر پراسکیوشن: میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں کہ اس قرارداد پر میرے اور محترمہ نسرين صاحبہ کے بھی دستخط لیئے گئے تھے اور غزالہ گولہ صاحبہ کے بھی۔ اور اسکے چھنے کے بعد بھی اس میں پتہ نہیں misprint ہوا ہے یا اس سے کسی نے نام نکلوایا ہوا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ ہمارے تینوں کے نام بھی اس میں شامل کیئے جائیں شکر یہ جناب!

جناب ڈپٹی پسیکر: محترمہ راحیلہ درانی صاحبہ! یہ تو میری information میں نہیں ہے اجلاس کے بعد ہم اسکی تحقیقات کریں گے۔

وزیر پراسکیوشن: آپ اپنے اسٹاف سے اسکے بارے میں معلومات لے سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی پسیکر: آپ اب پیش کریں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: انکے نام اب شامل کیئے جا سکتے ہیں۔

میر محمد عاصم کردگیلو (وزیر نژادہ): جناب پسیکر انہوں نے اس پر دستخط کیئے ہیں برائے مہربانی انکے

نام شامل کیئے جائیں نا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ نسرين کھیتان اور محترمہ راحیله درانی کے نام اسی قرارداد میں شامل کیئے جائیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: غزالہ گولہ صاحبہ کو بھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی غزالہ گولہ صاحبہ کو بھی اسمبلی شامل کیا جائے۔

مشترکہ قرارداد نمبر 54

ڈاکٹر فوزیہ نذیر مری (مشیر برائے وزیر اعلیٰ و ممبر پاکستان نرنسگ کونسل): ہرگاہ کہ دنیا کے تمام مہذب ممالک نے اپنے اپنے ملکوں کے عظیم مفاد میں سینٹر سٹیزن کے تجربات سے فوائد کے حصول کے پیش نظر ان کی فلاح و بہبود کے لئے ہر قسم کی خصوصی مراعات دے رکھی ہیں۔ چونکہ پاکستان کے سینٹر سٹیزن بھی اس ملک کا اٹاٹہ ہیں اور ان کے تجربات اور خداداد صلاحیتوں سے بے شمار فوائد حاصل کیئے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ عرصے سے شنید میں آرہا ہے کہ وفاقی حکومت سینٹر سٹیزن کی فلاح و بہبود کے لئے چند خصوصی مراعات دینے کی غرض سے باقاعدہ قانون سازی کا ارادہ رکھتی ہے۔ لہذا یہ ایوان وفاقی حکومت نیز صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ جوڑہ قانون سازی پر جلد از جلد عملدرآمد کو یقینی بنایا جائے تاکہ ہمارے معاشرے میں سینٹر شہریوں کی فلاح و بہبود اور ان کو سہولیات مہیا کرنے کو قانونی حیثیت مل سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قرارداد نمبر 54 پیش ہوئی۔ کیا محکم اپنی قرارداد کی admissibility پر کچھ بولنا چاہیں گے؟

مشیر برائے وزیر اعلیٰ و ممبر پاکستان نرنسگ کونسل: شکر یہ جناب سپیکر! جناب سپیکر! کوئی بھی مذہب ہو، کوئی بھی معاشرہ ہو یا کوئی بھی قوم ہو، اُس میں بزرگوں کو ایک منفرد مقام حاصل رہا ہے۔ کیونکہ حالات تیزی سے بدل رہے ہیں، نفسانی کا عالم ہے، ہر کوئی اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے، ایسی صورت میں ہم سے ہمارے ماضی کے بہت سے values نظر انداز ہو رہے ہیں۔ جناب سپیکر! پیچھے چھوڑ آ گے دوڑ کی اس دوڑ میں ہم اپنے ملک کے بزرگ شہریوں یعنی تھنک ٹینکس کو یکسر نظر انداز کر چکے ہیں یا نظر انداز کر رہے ہیں اور ان کی تجربات سے مستفید نہیں ہو رہے ہیں اسلئے معاشرتی ناہمواریاں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔ جناب سپیکر! ایسی صورت میں ہم ملک کے بزرگ

شہریوں کو جو قرب سے گزر کر کرامات حاصل کر چکے ہیں، قانونی تحفظ دیں اور انہیں آسودہ کریں۔ تاکہ وہ اپنے تجربات سے نئی نسل کو مستفید کر سکیں۔ جناب پسیکر! آخر میں بس یہی کہوں گی کہ: Senior citizens are the living treasure of the country. We must respect them and we must protect them through the law. Thank you.

جناب ڈپٹی پسیکر: سوال یہ ہے۔۔۔ جی محترمہ عظمیٰ صاحب!

محترمہ عظمیٰ احمد پیر علی زئی (مشیر برائے وزیر اعلیٰ): شکر یہ جناب پسیکر! کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے جو ہمارے ساتھی جن کے نام شامل نہیں ہو سکے، بڑی اچھی قرارداد ہے میں چاہوں گی کہ ان کے نام ضرور شامل کئے جائیں بلکہ جو کوئی اور بھی چاہتا ہے کہ اُسکا نام اسمیں شامل ہو تو وہ بھی اپنا نام شامل کروائے۔ ہماری اسلامی اقدار ہوں یا ہماری معاشرتی اقدار ہمارے جو بزرگ ہیں ان کی خدمت کرنا اور انکے ساتھ عدل و احسان کے ساتھ پیش آنایہ ہماری روایات میں رہا ہے۔ اگر ہم تمام دنیا کا ایک جائزہ لیں تو ہر ملک میں چاہے وہ مغربی ممالک ہوں یا یورپین ممالک آپ دیکھیں گے کہ وہاں سینٹر سٹیز نز کے لئے باقاعدہ laws ہیں اور ان کے لئے باقاعدہ بہت ساری سہولیات ہیں جو انہیں دی جاتی ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں آج تک نہ کوئی ایسا قانون بنایا گیا جس کے تحت سینٹر سٹیز نز کو سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں اور نہ ہی ایسا کوئی اس اسمبلی سے بیل یا کوئی ایسی چیز پاس ہوئی ہے۔ جیسا کہ فوزیہ نے بھی کہا کہ بے شک یہ لوگ ہمارے لئے اہم ہیں ہم انکے تجربوں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ آئے دن ہمارے ہاں دیکھنے میں آیا ہے کہ ہمارے بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو کہ شاید کما نہیں سکتے ہیں یا وہ بیچارے اس قابل نہیں ہیں بہت سارے ایسے ہیں جو سڑکوں پر پڑے رہتے ہیں۔ کیا ہماری حکومت ایسا نہیں کر سکتی کہ جو لوگ اپنی خدمات معاشرے میں دے چکے ہیں۔ کچھ ایسے مشورے ہیں جو میں دینا چاہوں گی کہ وہ لوگ جو کہ سرکاری نوکریاں کرتے ہیں اور سرکار سے ریٹائرڈ ہوتے ہیں ان لوگوں کو کچھ مراجعات دی جائیں تاکہ وہ اپنی ساٹھ سال کی عمر میں جب وہ نوکری چھوڑ دیتے ہیں کم از کم انہیں کسی اور کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے۔ ہماری پیش پالیسیاں اتنی مشکل ہیں کہ آپ جب نوکری چھوڑ دیتے ہیں تو اپنی ہی پیش کو لینے میں بہت ساری

مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کچھ ایسے طریقے بنائے جائیں کہ ایسے لوگ جو jobs نہیں کرتے، ایسے عمر لوگ جن کو اپنی زندگی گزارنے کیلئے کوئی دوسرا وسیلہ نہیں ہے ایسے لوگوں کو وظیفے دیئے جائیں اور جو دوسری سہولیات ہیں جیسے سفر کی سہولیات ہیں جیسے کہ مختلف لاپ توبر یا اسیں، مختلف پارکس ہیں۔ جیسا کہ ہم آرمی میں دیکھتے ہیں کہ انہیں رعایت دی جاتی ہیں۔ جیسے کہ اسٹوڈنٹس کو concession دی جاتی ہے۔ کیا ہمارے یہ عمر افراد ان چیزوں کے حقدار نہیں ہیں؟ وہ لوگ جو کانے کے قابل نہیں ہیں کیا انہیں ایسی سہولیات نہیں دینی چاہتیں؟ میری اسکے ساتھ ساتھ ایک اور گزارش ہوگی کہ ایسے لوگوں کے لئے حج کا باقاعدہ کوئی رکھا جائے جن کی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے وہ نہیں جاسکتے ہیں اُن کو ایسا پلیٹ فارم دیا جائے کہ اگر کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ایسے کام کر سکیں اور وہ اس حالت میں ہیں اُن کو موقع فراہم کیتے جائیں۔ اسکے علاوہ ہمارے مختلف قسم کے پلیٹ فارمز میں اُن کو اُن پر لاایا جائے۔ ایک اور چیز جو میں یہاں کہنا چاہوں گی کہ عمر افراد کے حوالے سے جو یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اسکو باقاعدہ ایک law کی صورت دی جائے تاکہ ہم اُن تمام افراد کو اس سے مستفید کر سکیں۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی مولوی عبدالباری صاحب!

مولوی سید عبدالباری آغا (وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب سپیکر! یہ جو ہمارے اسمبلی اراکین نے قرارداد سینٹر سٹیزنز کے حوالے سے پیش کی ہے، سینٹر سٹیزن کے معنی عمر سیدہ لوگ۔ تو ظاہر ہے کہ ہماری شریعت اور سنت میں عمر سیدہ وہ ہوتا ہے جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جس پیغمبر کے ہم امتی ہیں حضرت محمد ﷺ، آپؐ کی عمر کے بارے میں تین قسم کی روایات موجود ہیں۔ 63 سال، 65 سال اور 60 سال۔ تو آپؐ کی امت کی جو عمر ہیں، مسلمان قوم کی جو عمر ہیں وہ اتنی بڑی نہیں ہیں جتنی پرانی اقوام کی عمریں ہوتی تھیں۔ تو ظاہر ہے جو بزرگ ہوتا ہے اور چالیس سال سے اُسکی عمر زیادہ ہوتی ہے ہماری شرعی اصطلاح میں اُسکو شیخ کہا جاتا ہے۔ ایک لغوی اصطلاح ہے، "شیخ"، یعنی عمر سیدہ۔ تو عمر سیدہ اگرچہ کام کے حوالے سے اُسکے اعصاب کمزور پڑ جاتے ہیں لیکن عقل اور شعور کے حوالے سے اُس کا احساس بڑھتا جاتا ہے اُسکا جو تجربہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے سامنے دو چیزیں ہیں ایک تعلیم دوسرا تجربہ۔ تو چالیس سال تک ہمارے جو لوگ ہوتے ہیں مطلب اُن کی پیشک عمر جو ہوتی ہے یہ مدت جو ہوتی

ہے وہ تعلیم کی مدت ہے۔ اور چالیس سال کے بعد جو عمر ہوتی ہے جو دورانیہ ہوتا ہے وہ تجربہ کا ہوتا ہے۔ تو تعلیم اور تجربہ دونوں ملکر کے جب ایک انسان میں ایک فرد میں جمع ہو جاتے ہیں تو وہ پورے معاشرے کے لئے ایک بہتر سے بہتر کردار ادا کر سکتا ہے۔ تو جناب سپیکر! ویسے عام بزرگوں کا جن کی ریش اور بال سفید ہو جاتے ہیں ہمارے دین میں انکی بڑی قدر ہے۔ اور قرآن و سنت میں کافی اسکا ذکر ہے۔ مختصر ایہ ہے کہ جو سفید ریش ہوتا ہے پیغمبر ﷺ کے بارے میں مختلف روایات ہیں کہ آپؐ کی ریش اور سر مبارک کے سولہ یا سترہ بال مبارک سفید تھے جن میں سے تھوڑا بہت ہمارے بزرگوں نے بھی لائے تھے ”موئے مبارک“ جو اسوقت قدھار میں پڑا ہوا ہے۔ تو پہلے ادیان میں یہ ہوتا تھا کہ جو سفید بال ہوتے تھے انکو نکال دیتے تھے انکو عیب سمجھا جاتا تھا چاہے سر کے بال ہو یا داڑھی کے۔ حدیثوں اور روایتوں میں ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک نور ہے۔ اور سفید ریشی ایک وقار ہے۔ تو ہمارا جو اسلامی معاشرہ ہے اور ہماری جو سوسائٹی ہے یہ بزرگوں کو بہت اہمیت کا درجہ دیتی ہے۔ اور ہمارے جو اسلامی سائنسدان ہیں چاہے الیروندی ہے امام غزالی ہے امام رازی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے پہلے افلاطون اور ارسطو گزرے ہیں انکی کتابوں سے بھی میں نے یہ پڑھا ہے کہ چالیس سال سے above جب کسی کی عمر ہو جاتی تو اُسکے عقل سے مطلب بڑے تجربات اور سائنسی ایجادات نکالتے تھے اور مختلف سائنسی چیزوں کا ایجاد کرتے تھے۔ تو ہمارے دین میں جتنی تہذیب اور تمدن ہے وہ دوسری اقوام میں، چاہے کہ کسچن ہے یا دوسرے ہمارے یہودی کی کتابوں میں انکے واقعات ہوتے ہیں لیکن انکی جو قدر ہے جو احترام ہے اور انکی بزرگی کا جو خاص رتبہ ہے اتنا ہی ذکر نہیں ہے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ یہاں اپنی قرارداد میں جو دوسرے ممالک اور تہذیب کا جو حوالہ دیا ہے تو کون سے مہذب ممالک ہیں؟ اسلام سے کوئی مہذب دین نہیں ہے۔ بزرگوں کو جو مقام اسلام نے دیا ہے وہ کسی اور دین نے نہیں دیا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں اگر سینٹر سٹیزن کا مصدق اور مراد یہ ہے کہ ہمارے جو سینٹر افسر ہیں، پیش ہمارے علم میں یہ چیز ہے کہ ہمارے یہاں ہماری فوج سے کوئی جزل جب ریٹائر ہوتا ہے تو فوج والے اُن سے تھوڑا سا مشورہ کر لیتے ہیں اپنی جو جنگی تداریخ ہیں اور اسلحہ ہے وغیرہ وغیرہ کے بارے میں۔ لیکن ہماری جو سول سوسائٹی ہے چاہے ہمارے جو politics والے ہیں یا پیور و کریٹس ہیں جب کوئی ریٹائر ہوتا ہے تو وہ آرام سے گھر میں بیٹھ جاتا ہے۔ جو سیٹ

پر بیٹھے ہوئے ہیں انکا پوچھتا بھی نہیں ہے۔ اچھی بات یہ ہے کہ سیٹ پر جو سول یورو کریٹ بیٹھے ہیں نوکر شاہی والے، چیف سینکڑی سے لیکر سیشن افسر تک وہ اگر اپنے ریٹائر افسروں کے تجربات سے استفادہ کر لیں تو بڑی اچھی بات ہے یہ ہونا چاہیے۔ اور تمیرا ہماری پالیٹشنس میں اور سیاست جو ایک مقدس پیشہ ہے پارٹیوں میں کافی سینئر لوگ ہیں بزرگ لوگ ہیں ان کے تجربات سے ظاہر ہے کہ ہم استفادہ کر رہے ہیں کیونکہ تجربہ تعلیم سے بھی زیادہ مفید ہے لیکن تعلیم اور تجربہ جب یہ ملکر ایک ہو جاتے ہیں تو رہنمائی کیلئے ایک زبردست ہتھیار ہے۔ تو جناب پیکر! قرارداد کے حوالے سے جو مہذب ممالک کا حوالہ دیا ہے۔ تو اتنی ضرورت نہیں ہے کہ ہم دوسرے ممالک کو مہذب سمجھتے ہیں اور اپنی چیز کو مہذب اپنے دین کو اور اپنی جور دایت ہے ہماری بلوج پشتون جور دایت ہے بزرگوں کی بڑی قدر ہے۔ جتنے ہمارے جرگے ہوتے ہیں جناب پیکر! ایک تو ہمارے ملک میں مغرب کی باگ دوڑ ہے امریکہ کے پیچھے ہم بھاگتے ہیں۔ ہمارے جتنے جرگہ سسٹم تھے وہ سارے سپریم کورٹ سے ختم کرادیئے۔ سردار کا، مُلا کا پیر فقیر کا پہلے باقاعدہ فصلے ہوتے تھے جرگے ہوتے تھے۔ ابھی انکے مقابلے میں ہم نے ہائی کورٹ کو لایا، سیشن کورٹ کو لایا ان کو ہم نے بزرگ بنایا۔ اب ان بزرگوں کے پاس صرف وکالت کی ایک پریکش ہوتی ہے۔ ٹائی پلکون کے سوا اور کچھ بھی انکے پاس نہیں ہوتا۔ تو اس وجہ سے ظاہر ہے کہ بزرگوں کا ہماری روایات میں بھی کافی مقام ہے۔ بلوج پشتون روایات میں بزرگوں کا بڑا مقام ہوتا ہے۔ تو سفید ریش والے اپنے تجربے کی بنیاد پر۔ تو اس وجہ سے اگر سینئر سٹیشن کا معنی یہ ہے کہ عمر رسیدہ۔ عمر رسیدہ چاہے سانچھ سال سے زیادہ ہو، جیسے یورو کریٹ ریٹائر ہوتا ہے یا چالیس سال سے زیادہ عمر ہوتی ہے جسے شیخ کہا جاتا ہے تو بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن ہم اپنی قراردادوں میں، چیزوں میں غلط لوگوں کے حوالے اور غلط مہذب اور غلط ملکوں کے حوالے کی بجائے اپنے دین کا حوالہ دینا چاہئے۔ باقی قرارداد کی ہم حمایت کرتے ہیں سر!

جناب ڈپٹی پیکر: جی راحیلہ درانی!

محمد راحیلہ درانی (وزیر پر اسکیوشن): میں سمجھتی ہوں کہ یہ جو قرارداد ہے یہ بہت اہمیت کی حامل ہے کہ پہلے تو ہم ہر طبقہ کی بات کرتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں first time یہ ہم نے اپنے بزرگوں کی بات کی ہے۔ مولا ناصاحب نے اسلامک لحاظ سے بات کی۔ میں کہتی ہوں انسانی

لماٹ سے، اسلام کے لماٹ سے دنیا کے تمام مذاہب کے لماٹ سے بُوڑھوں کی ایک اپنی قدر و منزلت ہوتی ہے جو کہ معاشرے میں انکو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اسیں جو مہذب ممالک کا کہا گیا ہے یہ حقیقت ہے اس سے ہمیں آنکھیں نہیں پُڑانی چاہئیں۔ میں خود مختلف ممالک کا دورہ کر چکی ہوں اُن میں اسلامی ممالک بھی ہیں۔ اُن میں ولیمِ ایشن جو مغربی ممالک ہیں وہ بھی ہیں اُن میں غیر اسلامی ممالک بھی ہیں۔ تمام ممالک میں میں نے دیکھا ہے کہ اپنے بزرگوں کے لئے اگر کسی جگہ even enter ہونا چاہتے ہیں اُنکے راستے الگ ہوتے ہیں۔ وہ ہماری طرح نہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے۔ میں کبھی کسی بینک میں گئی ہوں تو میں نے اُن سے پوچھا کہ یہ لمبی لائن کیوں ہے؟ بُوڑھی بُوڑھی عورتیں اور بُوڑھے بُوڑھے آدمی اپنی پیشش لینے کیلئے پورے بلوجستان سے آئے ہوئے تھے۔ تو باہر بارش ہو رہی تھی اور شیڈ بھی نہیں تھا۔ تو اُنکے لئے تو کوئی اصول ہم نے نہیں بنایا تاں کہ ہم اُنکے لئے کریں۔ ہمیں اپنی غلطیاں بھی دیکھنی چاہئیں کہ ہم کدھر کھڑے ہیں؟ ہم نے، ٹھیک ہے اسلام نے تو ہمیں ایک ضابطہ حیات دے دیا۔ اُس نے طریقہ کار دے دیا کہ اس طرح سے کرنا ہے۔ کیا ہم وہ کر رہے ہیں؟ This is the Question اُنکے لئے یہ قرارداد ہم لائے تھے کہ جی باقی اُس میں جو ایک system-wise ہم نے ایک چیز شروع کی ہے دوسرے لوگوں نے، تو ہمیں بھی انکی طرف توجہ دینی چاہیے۔ ہمیں بھی انکی طرف attention دینی چاہیے کہ یہ کس طرح سے ہم انکو عزت و احترام، صرف لفظوں تک نہیں رہنا چاہیے۔ بلکہ ہمیں اُسے عملی شکل میں معاشرے میں وہ انکو نظر آنا چاہیے۔ پہلے یہ تھا کہ 60 سے above جو ہماری سیئزن تھے اُن کیلئے کرایوں میں کمی ہوتی تھی، وہ ختم کر دی گئی۔ پہلے یہ ہوتا تھا buses میں خود باہر سفر جو کرتی ہوں یقین کریں ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن میں نے آج تک بہت کم دیکھا ہے کہ کوئی کھڑا ہو کے بس میں کسی بُوڑھا کھڑا ہے اُس کو جگہ دے۔ لیکن باہر میں ہر جگہ یہ دیکھتی ہوں کہ وہ کوئی بھی بُوڑھا آتا ہے اُنکے لئے الگ بسوں میں جگہے ہیں۔ اُنکے لئے لوگ اگر جگہ fall ہو جاتی ہے تو دوسرے کھڑے ہو کے اُسکو جگہ دے دیتا ہے۔ عورت کھڑی ہو کے اُسکو جگہ دے دیتی ہے۔ لیکن میں یہ بتاؤں ہمیں حقیقت face کرنی چاہیے۔ میں نے اپنے ادھر کہیں پر یہ نہیں دیکھا۔ عورت کو جگہ مشکل سے ملتی ہے دھکے کھا کھا کے، تو وہ بزرگ کو کیا جگہ ملے گی۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ قرارداد اس حوالے سے تھی کہ وہ

بھی ہمارے معاشرے کا اتنا ہم حصہ ہیں میرے خیال میں ہر بچہ پانچ دس سال جوانی کے بعد بڑھاپے کی طرف روانہ ہوتا ہے وہ ہمارا خزانہ ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر کوئی اپنی ماں کے چہرے کو شفقت کی نظر سے دیکھ لے تو یہ اس کے لئے بخشنش ہے۔ ہم تو میرے خیال میں تھوڑا سا اس سے الگ جا رہے ہیں ہم نے بوڑھوں کو الگ الگ، یہ میں بلوچستان سے زیادہ بات نہیں کرتی، بڑے شہروں میں یہ چیز شروع ہو چکی ہے کہ ہمارے بوڑھوں کو ایک ایک کمرے تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ٹائم ہی نہیں ہے ہمارے پاس کہ ہم ان سے یہ پوچھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ ٹھیک ہیں السلام و علیکم، و علیکم السلام آپ ٹھیک ہیں۔ سانس لے رہے ہیں کھانا کھا رہے ہیں بس اس سے زیادہ ہماری اُنکے ساتھ کوئی کمیونیکیشن ہی نہیں ہے۔ ایک ٹی وی ہے ایک وہ ہے، وہ بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا ہے۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے ان بزرگوں کے حوالے سے ہمیں ہر لحاظ سے چاہے وہ اسلام ک لحاظ سے ہے چاہے انسانی لحاظ سے ہے اُس پر کریں۔ اور دوسری میری ایک تجویز ہے عظیمی نے بڑی اچھی بات کی ہم قراردادیں بھی لے آئیں ہم سب کچھ کریں لیکن یہ میں اس پر ایک قانون سازی بڑی سنجیدگی سے کرنی چاہیے۔ اور انہیں اُنکے مقام۔ ہمیں صحیح نیت سے ان کیلئے ایک مقام اور قانون ایک بل لانا چاہیے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں سمجھتی ہوں کہ تمام منشراں، ہم لکیر کے نقیر بنے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ women university بھی ہے social welfare بھی ہے ہر طرف توجہ ہے مائن بھی ہیں فلا ناں لا بی اور یہ سب کچھ ہے۔ اگر نہیں ہے تو بچوں اور بزرگوں کی منشراں نہیں ہیں۔ میں سمجھتی ہوں اگر ہم اس ڈیپارٹمنٹ میں، ان لوگوں کیلئے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں، بچوں کیلئے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں youth کی منشرا ہے، وہیں کی منشرا ہے، ہر ایک کی منشرا ہے لیکن بزرگوں کی منشرا نہیں ہے۔ کیوں ہم انہیں اہمیت ہی نہیں دیتے ہیں۔ اسکا مطلب ہے ہم انہیں سمجھتے ہی نہیں کہ ہماری نظر میں اُنکی کوئی value ہے نہ بچوں کی منشرا ہے۔ تو میں سمجھتی ہوں اگر ہم سنجیدگی کا مظاہرہ کریں being a government جو ہم منشرا سارے بیٹھے ہوئے ہیں اگر ہم سمجھتے ہیں ہم اپنے بزرگوں کو کوئی اہمیت دینا چاہتے ہیں ہم اپنے بچوں کیلئے کوئی سوچتے ہیں۔ تو ہماری تجویز ہے کہ اُنکے لئے ایک الگ منشرا ہو۔ کیونکہ اب یہاں کوئی کھڑا ہو کے کہے کہ جی بزرگوں کے حوالے سے کوئی سوال کا جواب دے، تو کون دیگا؟ اگر بچوں کے حوالے سے تو وہ کہے گا کہ جی ہمارے تو

زمرے میں نہیں آتا ہم کیا بات کریں۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ ان کیلئے الگ سی منظری بنے۔

Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر: شمینہ رازق صاحبہ!

محترمہ شمینہ رازق: جی بالکل۔ یہ مشترکہ قرارداد نمبر ۵۴ مجاہب ڈاکٹر فوزیہ نذیر مری، محترمہ عظامی پیر علی زمی صاحبہ، مشیر برائے وزیر اعلیٰ بلوچستان۔ محترمہ شمینہ رازق صاحبہ، رکن صوبائی اسمبلی۔ یہ قرارداد اس اسمبلی میں اسکے فلور پلے کرائے ہیں۔ میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے شیئر سٹیزن کا خیال رکھا۔ وہ بھی ہمارے میں سے ہیں اور کل ہم نے بھی سینٹر سٹیزن ہی بننا ہے اور بننے ہوئے ہیں اور بننے جا رہے ہیں۔ اسی لیئے ہمیں ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ جناب سپیکر! یہ قرارداد انتہائی اہم نوعیت کی ہے۔ ہمارے معاشرے میں اسکی اقدار بدل رہی ہیں ان میں وہ لوگ جو کہ عمر کا پیشہ حصہ گزار چکے ہیں بہت سارے مسائل سے دوچار ہیں۔ جن میں بزرگوں کی صحت کے مسائل دیگر عوامی نوعیت کے مسائل۔ ان میں سے دوچار ضرورت اس امر کی ہیں کہ حکومت ان کی فلاح و بہبود کیلئے مختلف نوعیت کے فلاجی کام سرانجام دے۔ خاص طور پر صحت کیلئے اُنکے لئے علیحدہ مراکز قائم کیتے جائیں۔ جہاں ہم اُنکو مکمل میڈیکل کی سہولت میسر آسکے۔ ہمارے citizen old خاص طور پر جب وہ اپنی پیشہ لینے کے لئے جاتے ہیں بہت سارے مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔ برائے مہربانی انکا سلسہ ایسا ہو کہ پیشہ بیک میں آجائے اور انہیں لائنوں میں کھڑا نہ ہونا پڑیں۔ اسکے لئے مختلف لا بھری یاں بنائی جائیں۔ اسکے بعد میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہمارے citizen old ہمارے لیئے بہت معزز ہیں اور ہمارے تو ویسے بھی مذہب میں ان کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ اور خاص کر ماں باپ بوڑھے اور گھر میں جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں سب سے پہلے جب کوئی باہر سے آتا ہے پہلے اسکے پاس جا کے سلام کرتا ہے۔ اور ان کی دعائے کے پھر اپنے کاموں میں مشغول ہوتا ہے۔ تو اسی لیئے میری گزارش ہے کہ لوگوں کیلئے ایک ادارہ بنایا جائے اور اُس میں اُنکے کھلیے کا بندوبست ہوتا کہ ان کے دوست وغیرہ بیٹھیں گپ شپ لگائیں اور اپنی صحت کا بھی وہ خیال کریں۔ ایک دوسرے سے بات چیت کریں۔ تو ان کا کافی ٹائم گزر سکتا ہے۔ بہت شکریہ سپیکر صاحب! آپ کا کہ آپ نے مجھے اس قرارداد پر بولنے کا موقع دیا۔

(ڈیک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا یہ قرارداد منظور کی جائے؟ (قرارداد منظور ہوئی)

حاجی محمد خان طور صاحب، انجینئر زمر ک خان صاحب، جان علی چنگیزی صاحب اور راحیلہ درانی صاحب، صوبائی وزراء میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر ۵۵ پیش کرے۔۔۔۔۔ (مداخلت) جی وہ قرارداد پاس ہوئی۔ ابھی دوسرے پر آپ بات کریں۔ یہ قرارداد پیش کریں گے۔ آپ تشریف رکھیں۔

مشترکہ قرارداد نمبر ۵۵

محترمہ راحیلہ درانی (وزیر پرسکیوشن): بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ہرگاہ کہ ملک کے ۴۰ فیصد سے زائد عوام غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ جنکی اکثریت دیہی علاقوں میں آباد ہے۔ اسی طرح صوبہ بلوچستان کی معیشت کا سب سے بڑا ذریعہ زراعت اور مالداری پر منحصر ہے۔ یہی کسان طبقہ صوبہ کے معاشر عمل میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ جو فصلات اور سبزیات اگانے میں اس صوبہ کی زرعی ضروریات پورا کرتا ہے۔ لیکن دوسری جانب یہی طبقہ سب سے غریب اور پسمند ہونے کی وجہ سے صحت، تعلیم جیسی بنیادی ضرورتوں یہاں تک کہ انہیں پہنچنے کا صاف پانی اور پیٹ بھر کر کھانا، کپڑا حتیٰ کہ سرچھپانے کیلئے چھٹت تک میسر نہیں ہے۔ اس طبقہ کے حقوق کے حصول کو یقینی بنانے اور ان کی محنت کے مطابق اُن کی اجرت کے تحفظات کے لئے ملک میں نہ کوئی قانون اور نہ ہی کوئی موثر پالیسی موجود ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ صوبہ کے اس محنت کش طبقہ کو اُن کی اجرتوں کے حصول اور حقوق کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے تاکہ یہ طبقہ مزید استعمال کا شکار نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قرارداد نمبر ۵۵ پیش ہوئی۔ کیا محرک اپنی قرارداد کی admissibility پر کچھ بولنا چاہیں گے؟

جناب جان علی چنگیزی (وزیر کواثی ایجوکیشن): جناب سپیکر! بہت بہت شکر یہ۔ آج کا دن کافی اہم ہے، اسلئے کہ ہم آج کے جو موضوعات ہیں وہ تمام کے تمام اس بات کی غمازوی کرتے ہیں کہ ہم کچھ طبقہ ایسے ہیں جن کی ابھی تک خاص طور پر نشاندہ نہیں ہوئی یا جس کے بارے میں ہم نے بہت

کم باتیں کی ہیں، آج ان شعبوں کی خاطر ہم لوگوں نے بہت زیادہ باتیں کی ہیں۔ خاص طور پر سینئر سیٹن کی بات ہو رہی تھی، تو فقط کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آج ان لوگوں کو خراج تحسین پیش کرنے جارہے ہیں جن کی وجہ سے دنیا قائم و دام ہے۔ چونکہ آپ نے پہلی قرارداد پر رونگ دی تھی الہا میر احق نہیں بتتاً مگر میں اس حوالے سے جناب سپیکر! ۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس قرارداد پر بات کریں۔

وزیر کواليٰ ایجوکیشن: میں اس حوالے سے جناب سپیکر! فقط ایک شعر پڑھنا چاہوں گا پھر اس پر آنا چاہوں گا جناب! اگر آپ اجازت دیں۔ جناب سپیکر! جہا نگیر بادشاہ اپنی ملکہ نور جہاں کے ساتھ ملکر چھت پر کھڑے تھے انہوں نے دیکھا ایک بوڑھا شخص نیچے سے سرجھکائے جا رہا ہے۔ تو یہ ایک لطیفہ مگر اس میں ایک حقیقت پوشیدہ ہے۔ تو انہوں نے کہا۔

ع چراخم گشتہ میگر دند پیر ان جہاں دیدہ

کہتے ہیں یہ جو بوڑھے لوگ ہیں جنہوں نے ساری دنیا دیکھی ہے یہ جھک کر کیوں چلتے ہیں۔ تو ملکہ نے بر جنتگی سے کہا۔

ع ہزیر خاک می جو یہدا یام جوانی رہ

کہ یہ خاک کے نیچے اپنی جوانی کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ بہر حال جناب سپیکر! ۔۔۔ (مداخلت)

Minister Finance: Once more.

وزیر کواليٰ ایجوکیشن: اچھا once more

ع چراخم گشتہ میگر دند پیر ان جہاں دیدہ

ہزیر خاک می جو یہدا یام جوانی رہ

جناب سپیکر! قرارداد کے بارے میں آپ نے جوازت مجھے دی آپ کا بہت بہت شکر یہ میں اپنے ساتھیوں کا ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے آج جس طبقہ کی طرف نشاندہی کی ہے یہ وہ طبقہ ہے جس کی محتتوں سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں، جس کی محتتوں کی وجہ سے آج ہم یہاں کھڑے ہیں آج جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ ان غریب لوگوں کی خون پسینے کی وجہ سے آج ہم جو یہاں بیٹھے ہیں یہ جو آپ کی عمارت بنی ہے جس کو اسیبلی ہال ہم کہتے ہیں جہاں جن کرسیوں پر ہم بیٹھے ہیں یہ سب ان غریب محنت کشوں کے پسینے کی وجہ سے ہیں جس میں آج ہم آرام سے رہ رہے ہیں۔ جناب عالی!

جب ہم مغرب کی بات کرتے ہیں خدارا ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم مغرب سے مرعوب ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب کہا کہ علم حاصل کرنے کے لئے اگر تمہیں چین بھی جانا پڑے تو جائیں۔ تو ان دنوں بھی چین مسلمان ملک نہیں تھا، جب ہم سقراط کی بات کرتے ہیں جب ہم ارسطو کی بات کرتے ہیں جب ہم افلاطون کی بات کرتے ہیں اس لئے ہم نہیں کرتے ہیں کہ ان کا عقیدہ کیا تھا اور وہ کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ وہ بڑے بڑے عالم تھے، جن کے تجربات سے ساری دنیا فائدہ اٹھاتی ہے اگر مغرب والے ایک عرصہ تک مسلمان عالموں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے تھے، تو وہ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ مسلمان ہیں یا کوئی اور فقط وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ان کے تجربات سے ہم کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جناب عالی! آج ہم محنت کش طبقہ کی بات کر رہے ہیں۔ تو اسیں ہونا تو یہ چاہیے کہ پچھلے سال جو ایک قانون اسمبلی سے منظور ہوا تھا کہ کم از کم تنخواہ انہوں نے جو مقرر کر رکھی تھی۔ جناب عالی! ان میں ایک طبقہ ایسا ہے جن کو ہم شاید سب سے زیادہ miss کر رہے ہیں وہ طبقہ یہ ہے گھروں میں کام کرنے والی جو خواتین ہیں ان کی جانب لوگوں نے بہت کم توجہ دی ہے جو آیا ہوتی ہیں یا جو سلامی کڑھائی سے مسلک خواتین ہوتی ہیں عموماً انکے ساتھ نا انصافی ہوتی ہے۔ ان سے آٹھ آٹھ دس دس بارہ گھنٹے کام لیا جاتا ہے، اجرت انہیں جو ملتی ہے شاید وہ دو تین گھنٹوں کے لئے جو شخص کام کرتا ہے اسے وہی اجرت دی جاتی ہے۔ جناب عالی!

آپ سے گزارش ہے اور پورے ایوان سے گزارش ہے کہ وہ بھی ہمارا ساتھ دے کہ ہم وفاقی حکومت سے یہ سفارش کر سکیں کہ ان خواتین کے لئے جو گھروں میں کام کرتی ہیں جو دن بھر زیادہ کام کرتی ہیں ان کو اجرت کم ملتی ہے انکی بھی کوئی مخصوص اجرت مقرر کی جائے تاکہ انکا بھی استھان نہ ہو۔ جب ہم انسانیت کی بات کرتے ہیں تو اسیں میں سمجھتا ہوں کہ غریب کا جو حصہ ہے وہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ جن کی محنت سے یہ دنیا قائم ہے۔ آج اگر ہم دیکھتے ہیں کہ برج العرب ایک ٹاؤن تعمیر ہوتا ہے تو ایک عجیب الخيال جو تعمیر ہوتی ہے اسکے پیچے تمام تر کوششیں ان مزدوروں کی ہیں جن کو اجرت بہت کم ملتی ہے۔ لہذا میری ایوان اور تمام ساتھیوں سے گزارش ہے کہ وہ اسیں ہمارا ساتھ دیں۔ کوئی ایسا قانون بن جائے جس کی وجہ سے کسی کے ساتھ نا انصافی نہ ہو۔ مہربانی جناب پسیکر!

جناب ڈپٹی پسیکر: جی حبیب حسنی صاحب!

میر حبیب الرحمن محمد حسني (وزیری بی - واسا اور QG WSP): شکر یہ جناب سپکر! شکر یہ میں لیویز کے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ اُس حوالے سے ہم کچھ تجاویز دینا چاہتے ہیں۔ سارے ممبران بولنا چاہتے ہیں وہ بہت اہم مسئلہ ہے، لیویز کو بحال کیا جا رہا ہے، آئینی یہ ہونا چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی تقریباً چھ مہینے، آٹھ مہینے پہلے پانچ ڈسٹرکٹوں میں لیویز بحال ہو چکی تھی جن میں واشک، چاغنی، جھل مگسی، شیرانی اور موسیٰ خیل شامل ہے۔ تو اس طرح ان ڈسٹرکٹس میں لیویز بحال کی گئی یہ اس پوزیشن میں بحال نہیں کی گئی ہے سارے چھوٹے چھوٹے شہروں میں پولیس بیٹھادی گئی ہے جیسے واشک، بسمہ اور ناگ میں پہلے پولیس نہیں تھی اب وہاں بیٹھادی گئی ہے۔ کافی ایسی جگہ ہیں ہر جگہ بیٹھادی گئی ہے صرف جو باہر میدانی علاقے ہیں وہ لیویز کے حوالے کئے گئے ہیں جس سے میں سمجھتا ہوں کہ وہی پولیس کے ہاتھ میں سب کچھ واردات سب سے زیادہ شہروں میں ہوتی ہے یا چھوٹے چھوٹے گاؤں میں۔ پھر اس میں اے ایریا اور بی ایریا کا مسئلہ آرہا ہے۔ تو جب اس کو بحال کیا جا رہا ہے اسی پوزیشن میں بحال کیا جائے جو پوزیشن اس سے پہلے تھی جس کو convert کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ وہاں جو لیویز کو بحال کیا گیا ہے کوئی سہولت نہیں ہے، پولیس پر بہت زیادہ خرچ کیا گیا گاڑیاں دی گئیں اسلحدیا گیا وائرلیس دیا گیا ابھی پولیس والے وہ واپس نہیں کر رہے ہیں۔ آٹھ مہینے ایک سال سے لیویز بحال ہو چکی ہے۔ ابھی تک ان کے پاس گاڑیاں ہیں نہ وائرلیس ہیں کچھ بھی نہیں ہے۔ نئی بھرتی بھی نہیں ہو رہی ہے وہ بیچارے بوڑھے لیویز والے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ یہاں ہم نے بات کی ہوم ڈیپارٹمنٹ نے لیویز کے لئے پیسے ریلیز کئے ہیں، ہر ڈسٹرکٹ کے لئے مجھے پتہ نہیں کہ دس ہزار ہیں یا بیس ہزار۔ بیس ہزار میں تو ایک گاڑی کے نائز بھی نہیں آتے ساری گاڑیاں condemn ہو چکی ہیں۔ ہم نے کہا کہ جی وہ جو پولیس والی گاڑیاں ہیں وہ آپ حوالے کر دیں۔ پولیس والوں نے کہا کہ نہیں یہ ہماری گاڑیاں ہیں تو ابھی پولیس والوں کے پاس وہ ایریا نہیں رہا ہے تو انکو حوالے کرنا چاہے۔ اس کے علاوہ پولیس والوں کے لئے جہاز لیا جا رہا ہے اور لیویز والوں کے پاس وائرلیس تک نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر لیویز کو بحال کر رہے ہیں یہ خوشی کی بات ہے بلوچستان کے عوام چاہتے ہیں کہ بحال ہو پوری اسمبلی میں جتنے ممبر ہیں سب چاہتے ہیں کہ یہ بحال ہو مگر اس کو اس طرح بحال کیا جائے اگر اسی طرح صرف بحال کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی کارکردگی لیویز نہیں دکھا سکے گی

بلکہ مزید حالات خراب ہوں گے۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ ان کو صحیح گاڑیاں اور جدید وارٹریس دیئے جائیں اور weapons وغیرہ دیئے جائیں۔ اسکے علاوہ یہ بہت اہم معاملہ ہے کہ لیویز کو اُسی پوزیشن میں جناب سپیکر! بحال کیا جائے وہ جو قانون سازی ہوئی ہے اس میں شامل کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی منٹر فناں صاحب!

میر محمد عاصم کر دیکلو (وزیر خزانہ): جیسے ہمارے حبیب محمد حسنی نے فرمایا انہوں نے بالکل درست کہا۔ مگر سپیکر صاحب! یہ اس دن بھی سی ایم صاحب نے اسکے بارے میں remarks دیئے تھے کہ یہ منٹر اپنی discuss کیبینٹ میٹنگ میں کر سکتے ہیں۔ ایک اس کی وضاحت کروں کہ سی ایم صاحب نے اپنی پہلی speech جو یہاں کی تھی on the flour of 2001۔2002ء والی پوزیشن پر بحال کروں گا اُس پوزیشن پر جو پہلی والی پوزیشن ہے اس پر یہ جائے گا۔۔۔ (مدخلت) نہیں سی ایم صاحب نے یہ فرمایا تھا اس اسمبلی میں۔ ابھی بھی سی ایم صاحب کے واضح احکامات ہیں جو اس دن کیبینٹ میٹنگ میں بھی ہماری discuss ہوئی تھی تو انہوں نے کہا تھا کہ اسی پوزیشن پر جائے گی۔ سپیکر صاحب! آپ خودی ہی جانتے ہیں کہ یہ مرکزی حکومت کا ایک فیصلہ تھا کہ لیویز کو پولیس میں convert کرنا ہے۔ اور صوبائی حکومت اس وقت بھی ہمارے بعض ممبروں نے اس پر اعتراض کیا تھا۔ ابھی بھی ہمارے ساری کا بینہ کا یہ فیصلہ ہے، ہمارے سی ایم صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں بھی کہا تھا کہ اس کو ہم بحال کریں گے اور اسکے لئے آج جو قرارداد پاس ہوئی۔ سپیکر صاحب! جو ہم نے لیویز کو پولیس میں convert کیا اس میں یہ ثابت ہوا کہ جو ہماری لیویز کا کنٹرول تھا کافی بہتر تھا۔ اور کافی علاقوں پر اس کا اچھی طرح قابو تھا مگر پولیس میں convert کرنے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ جو ہمارے پولیس والے ہیں وہ ان علاقوں کی ثقافت اور رسم و رواج کو نہیں جانتے ہیں اس وجہ سے یہ ان علاقوں میں کچھ حد تک ناکام ہوئی۔ (مدخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: منٹر فناں! آپ اسی قرارداد پر بحث کریں جو پیش ہوئی ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! اس پر پہلے بھی کافی بحث ہوئی تھی ہمارے اراکین اسمبلی اور سی ایم صاحب نے بھی کہا تھا ابھی جو لیویز کو پولیس میں convert کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر صاحب!

پانچ گناہوں بڑھائی گئی ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی وہ جرام پر جولا ایڈ آرڈر کی صورتحال ہے اس سے زیادہ خراب ہوئی ہے۔ اسی لئے ہماری کابینہ نے، ساروں نے یہ محسوس کیا کہ لیویز کو دوبارہ بحال کرنا ہے۔ اور ہمارے جو علاقے کے لوگ تھے، وہاں کے معترین تھے، notable تھے، سرداران تھے، ان ساروں کی یہ خواہش تھی کہ یہ بحال ہو جائے۔ اور اسی ایم صاحب نے اسی لئے یہ فیصلہ کیا کہ یہ بحال ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت مہربانی۔ جی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت و حرفت): شکر یہ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے کچھ گزارشات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ زیر بحث قرارداد نمبر ۵۵ جو کہ زمرک صاحب، جان علی چنگیزی صاحب اور راحلیہ درانی صاحبہ کی جانب سے پیش کی گئی ہے۔ جناب والا! یہ بہت ہی معنی خیز قرارداد ہے اس میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ہمارے لئے نان و نقہ کا بندوبست کرتے ہیں اور ہم جس ملک میں رہتے ہیں جناب والا! اس ملک کی معیشت کا بنیادی ستون اسی شعبے سے وابطہ افراد کا مر ہون منت ہے جناب سپیکر! لیکن انہوں نے اجرتوں کا ذکر کیا۔ میں سمجھتا ہوں جناب والا! اجرتوں کا تعین کرنا یہ صرف کافی نہیں ہے اس شعبے کو بڑھا وادینے کے لئے اس شعبے کو وسعت دینے کے لئے اس شعبے سے وابستہ مزدوروں کے علاوہ، کاشنکاروں کے علاوہ جو جو اس فیلڈ سے متعلقہ لوگ ہیں سب کے لئے ایک جامع پالیسی اپنانے کی ضرورت ہے۔ جناب والا! آپ نے دیکھا ہے کہ پنجاب صوبے میں جو کہ اس شعبے میں اس صوبے کو باقی تینوں صوبوں کی نسبت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس ایک شعبے میں آگے ہونے کی وجہ سے وہ تمام صوبوں کو ایک نہ ایک حوالے سے کنٹرول کرتا رہتا ہے، کبھی دفعہ ۱۴۴ لگا کر ہماری گندم روک لیتا ہے، کبھی کسی اور چیز کا بہانہ بنا کر گندم روک لیتا ہے۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس فیلڈ میں جتنے کامیاب تجربے کئے ہیں ان کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ لیکن جناب! اجرتوں کے حوالے سے کارخانوں کی حد تک اور ان کے علاوہ جو دوسرے فیلڈز ہیں انکی حد تک حکومت نے باقاعدہ قانون سازی کی ہے اجرتوں کا ایک تعین کیا ہے۔ جناب والا! اور اسکے تعین کے ساتھ ساتھ مraudat جو اجرت ادا کرنے کے علاوہ بھی ملتی ہیں اس قانون میں ان کا بھی تعین کیا گیا ہے لیکن ان کا اطلاق میرے اس وقت دانست میں نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک میرا ایک خیال ہو سکتا ہے کہ وہ

شاید اس شعبے پر ان کا اطلاق نہیں ہے تو میں چاہتا ہوں کہ جناب والا! اس شعبے پر بھی ان کا اطلاق ہوا اور جناب والا! اس سے پہلے جو بات ہو رہی تھی۔۔۔ (مداخلت۔) کورم پورا ہے جی آپ تو حکومت کے وزیر ہیں آپ کو کورم کی کیا ضرورت ہے۔ جی جناب پسیکر!۔۔۔ (مداخلت) تو بس جس نے جانا ہے وہ آرام سے جائے۔ حکومت کا وزیر ہوتے ہوئے کورم کی نشاندہی ایک معیوب بات سمجھی جاتی ہے جناب! جناب والا! میں یہ گزارش کروں کہ اس سے قبل جو قرارداد آئی تھی جناب والا! ڈاکٹر فوزیہ مری صاحبہ نے اپنی تقریر میں بہت خوبصورت بات کہی اور بہت ہی معنی خیز بات کہی جس کا ادراک ہمارے، جس کا عملی نمونہ کہیں نظر نہیں آ رہا انہوں نے ایک لفظ استعمال کیا تھا معاشرے میں values کا۔ جناب والا! کاش ہمارے معاشرے میں ہر لحاظ سے values ہوتیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جو سابقہ قرارداد تھی اُس کو یہاں پیش کرنے کی نوبت نہ آتی۔ جناب والا! معاشرے میں change اتنی values ہوئی ہیں کہ آجکل معاشرے میں اُس شخص کو عزت دی جاتی ہے جس سے لوگ بندوق کے ذریعے، پیسے کے ذریعے یا کسی اور چیز کے یا طاقت کے اظہار کے ذریعے سے خوفزدہ ہوں تو جناب والا! معاشرے میں change اتنی values ہو چکی ہیں کہ اُنکی عزت ہے۔ پہلے جناب والا جو قبائلی لیڈر تھے قبائلی رہنمائی بزرگ لوگ تھے دانشور تھے، جن کے پاس علم کا اثاثہ تھا جن کے پاس معاشرے میں کوئی ہنر تھا اُنکی بہت عزت ہوتی تھی۔ اور جناب والا! خاص طور پر جس چیز کا ذکر یہاں کیا گیا ہے سینئر سیئیز کا، تو جناب والا! بحیثیت مسلمان یہ ہمارے لئے قاعدہ و قانون آج سے چودہ سو سال قبل بنائے گئے ہیں موجود ہیں جو اللہ پاک کی طرف سے بنائے گئے ہیں۔ جناب والا! ہم میں سے کون شخص ایسا ہوگا جس کے گھر میں قرآن پاک نہیں ہوگا۔ قرآن پاک میں واضح احکامات ہیں اللہ پاک کے، کہ والدین جب بوڑھے ہو جائیں عمر کی اس حد تک پہنچیں بزرگی کی حد تک آئیں تو خبردار اُنکے سامنے ”اُف“، تک نہ کہیں۔ بلکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے جناب والا! کہ اُنکے سامنے کندھے جھکا کر باتیں کریں۔ اور اُنکے ساتھ احترام اور عزت کے ساتھ پیش آئیں۔ اگر یہ ہم اپناتے تو میرا خیال ہے کہ اس قرارداد کی یہاں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اس قرارداد کی آج کل کے معاشرے میں واقعی ضرورت ہے کہ معاشرے کی values اتنی ختہ ہو چکی ہیں ختم ہو چکی ہیں کہ اب مجبوراً قانون بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اب یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ قراردادوں کے ذریعے، قانون کے ذریعے ہم ان values کو روک سکیں گے بچا سکیں گے یا نہیں۔ جناب والا! اسی حوالے سے میں مثال دینا چاہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ تو حضور پاک ﷺ ایک دن اُس سے اٹھ کر ملے۔ دو چار دفعہ ملنے کے بعد ایک دن وہی شخص آیا اور حضور ﷺ اُس سے بیٹھ کر ملے۔ تو صحابہؓ نے پوچھا کہ پہلے دو دفعہ آیا آپ اُٹھ کر اس سے ملے اور آج آپ اس سے بیٹھ کر ملے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسکی داڑھی میں ایک سفید بال تھا۔ پہلے دو مرتبہ جب وہ مجھ سے ملنے آیا تو وہ بال ظاہر تھا۔ اُس بال کے احترم میں میں اُٹھ کر اُس سے ملا۔ اور آج جب وہ مجھ سے ملا تو وہ بال ظاہر نہیں تھا اسلئے میں نے بیٹھ کر اُس سے ہاتھ ملایا۔ تو جناب والا! ہمارے دین میں بھی آپ دیکھیں کہ بزرگوں کی کتنی اہمیت اور کتنی values ہیں۔ اور جناب والا یہ بھی ہماری اسلامی روایات میں موجود ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور یہ ایک ایسی عام بات ہے جس کا ہم سب کو پتہ ہے۔ لیکن جناب والا! اسی اسلام میں یہ بھی ہے کہ والد کی حیثیت بچوں کے لئے ویسا ہی ہے جیسا کہ امت کے اندر پیغمبر کی حیثیت ہے۔ پیغمبر کی دعا بددعا امت کے لئے جصرح قول ہوتی ہے والد کی دعا یا بددعا اولاد کے لئے ایسا ہی ہے۔ تو جناب والا! یہ values تو ہیں ہماری لیکن اب معاشرہ اتنا زوال پذیر ہو چکا ہے کہ ساری چیزیں جناب والا! ختم ہو جائیں گی۔ اسکے علاوہ میں آخر میں ایک گزارش کروں گا جس میں میں اب زیادہ ثانیم آپ کا نہیں لینا چاہتا لیکن کوئی میرے اس شعر کو متفاہ نہ سمجھے۔ جناب والا! شیخ سعدیؒ کا ایک شعر ہے کہ:

ع پیری به عقل آست نہ بسار
تو نگری به دل آست نہ بمال

الہذا یہ چیزیں ہیں، ان کو بھی خاطر میں لانا چاہیے۔ جناب والا! اب میں جو میں نے لکھ کر آپ سے گزارش کی تھیُں وی چینلوں کے حوالے سے، مادری زبان کے حوالے سے۔ جناب والا! مادری زبان ایک ایسی چیز ہے بچہ پیدا ہونے کے ساتھ سوائے مسلمانوں کے کہ ہم جب پیدا ہوتے ہیں تو ہمارے کانوں میں آذان دی جاتی ہے عربی میں، اسکے علاوہ جناب پیکر! باقی معاشروں میں مادری زبان بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں مادری زبان کی آواز آتی ہے۔ لیکن ہم بھی اُس آذان کے بعد پھر جناب والا! ماں کی گود سے لے کر قبرتک اسی زبان کو استعمال کرتے

ہیں جو ہماری مادری زبان ہوتی ہے۔ اور مادری زبان کا اب سے کوئی چار پانچ دن پہلے یا کوئی دس دن پہلے جناب والا! اس کا باقاعدہ طور پر عالمی دن منایا گیا تھا۔ تو اسی حوالے سے اب مادری زبان کو تحریر کے حوالے سے، تقریر کے حوالے سے، آج کل دنیا میں جناب والا! ذرا کچھ ابلاغ کے کئی ذریعے موجود ہیں جن میں جدید ریودہ ٹی وی چینل ہے سیلیٹ بیٹ چینل ہے۔ تو جناب والا! اب اُس حوالے سے انکی خدمت کی جانی چاہیئے جہاں تک ممکن ہو سکے۔ اسی سلسلے میں میں جناب والا! ظہور بلیدی صاحب کی بات کو آگے بڑھاؤں گا کہ ”خیبرٹی وی“ کے حوالے سے ہماری مادری زبان میں چینل موجود ہے ”اپنا“ کے حوالے سے موجود ہے۔ اب ہمیں اس بات کی خوشی ہو رہی ہے کہ ان دونوں چینلوں کے ساتھ ساتھ ”وشٹی وی“ کے نام سے بلوچی چینل بھی وجود میں آگیا ہے جس کی نشریات جاری ہے۔ لیکن جناب والا! جب بھی ہم اس چینل کو دیکھتے ہیں خدشہ رہتا ہے کہ کہیں اس کا انجام ”سبرباتٹی وی“ جیسا نہ ہو۔ تو جناب والا! انہی خدشات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں حکومتی سطح پر اس ٹی وی چینل کی سرپرستی کرنی چاہئے۔ جس طرح کہ باقی صوبوں نے کی ہے۔ جناب والا! اور اس حوالے سے جس طرح ظہور صاحب نے کہا یہاں ہمارے جتنے وزراء موجود ہیں اگر انکے پاس اُنکے ڈیپارٹمنٹ میں کوئی ایسے فنڈ ہیں، تنشیہ کیلئے، اشتہارات کیلئے وہ اس کو ضرور گوش گزار کریں ہماری گزارشات پر۔ میں نے تو اپنے محلے کی جانب سے جناب والا! یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ”وشٹی وی“ اور باقی دیگر جو علاقائی چینز ہیں، جس طرح ہم نیشنل لیول کے ٹی وی کو یا جو اردو زبان کے ٹی وی چینل ہیں اُن کے لئے ہم جتنا فنڈ رکھتے ہیں اُسی فنڈ کا ایک مخصوص حصہ ہم اُنکے لئے معین کریں گے۔ اور اس سے ہم ضرور اُن کو فیض یا ب کریں گے۔ شکریہ جناب پیکر! آپ کو بہت جلدی ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ بہت مہربانی جناب!

وزیر خزانہ: پونٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر خزانہ: ہمارے محترم ممبر سید احسان شاہ صاحب قرارداد نمبر ۵۴ پر بحث کر رہے ہیں وہ تو منظور ہو گئی ختم ہو گئی۔ اب قرارداد نمبر ۵۵ چل رہی ہے جناب سپیکر! (ڈیک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی احسان صاحب!

وزیر صنعت و حرفت: جناب پسیکر! یہ میرے دوست ہیں سینئر ترین پارلینمنٹرین ہیں 1997ء میں جب میں اسمبلی میں آیا یہ اُس سے پہلے بھی موجود تھے۔ اب ایک تو جناب والا! مسئلہ یہ ہے کہ سینئر ترین پوسٹ ہولڈ کرتے ہوئے بھی انکو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے میں مہذب انداز کے ساتھ کھوں گا، مثال کے طور پر جناب والا! آپ اس پورے ایوان میں دیکھیں جب بھی کوئی تقریر کر رہا ہوتا ہے تو وہ باتوں میں لگے ہوتے ہیں یا کسی کے پاس جا رہے ہیں یا کوئی اُنکے پاس آ رہا ہے جناب والا! اب ان کو پتہ نہیں ہے مجھے اس بات پر افسوس ہے، ان کو پتہ نہیں ہے کہ میں نے اپنی اس تقریر میں اُس تحریک کا حوالہ بھی دیا میں نے یہ ذکر بھی کیا جناب والا! تحریک کا نام بھی میں نے لیا۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ بھائی نے نہیں سننا۔ ہاں میں نے یہی پڑھا۔ اگر جناب والا!۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا شاہ صاحب! جی آغا عرفان کریم صاحب! شاہ صاحب! ہو گیا۔

وزیر صنعت و حرفت: جناب پسیکر! میری ایک گزارش سنیں۔ جو لوگ اسمبلی کے فلور پر موجود ہیں یا جو اس گیلری میں بیٹھے ہوئے ہیں یا اُس گیلری میں، ان کو بخوبی علم ہے کہ میں نے قرارداد نمبر بھی دہرا�ا جو کہ عام طور پر نہیں دہرا�ا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ اس قرارداد کا بھی ذکر کیا اور ڈاکٹر صاحبہ کی باتوں کا بھی ذکر کیا۔ اب پتہ نہیں ہے کہ یہ کس دنیا میں کھوئے ہوئے تھے۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ ایوان میں موجود رہیں حاضر دماغ رہیں۔ اگر اس طرح ہوتا رہا تو جناب والا! ایسا نہ ہو کہ ہمارے سوارب کا بجٹ وہ دوسوارب میں جا کر پورا ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ہو گیا۔ جی آغا عرفان صاحب!

وزیر خزانہ: میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے قرارداد نمبر 54 پر مجھے بولنے کی اجازت نہیں دی آپ نے کہایہ میں نے پاس کر دیا ہے۔ اس کے بعد 55 شروع ہوئی اس پر بحث ہو رہی تھی۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے ان کو اجازت دی اور مجھے اُس قرارداد پر بولنے کی اجازت نہیں دی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: صحیح ہے آپ تشریف رکھیں۔ جی آغا عرفان صاحب!

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: شاہ صاحب بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر صنعت و حرفت: آپ نے مجھے کب اس قرارداد پر اجازت دی یا میں نے کب اُس قرارداد

کی اجازت مانگی۔ جناب والا! میں نے اس قرارداد کی اجازت نہیں مانگی نہ سپیکر صاحب نے اجازت دی۔ میں تو ۵۵ نمبر پر بول رہا تھا۔ اس کو میں نے اس کے ساتھ کلپ کیا۔ میں نے کب اس کی اجازت مانگی یا سپیکر صاحب نے دی۔ آپ کو پتہ نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا شاہ صاحب! جی آغا عرفان صاحب!

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: جناب سپیکر! دو دن پہلے ہمارے صوبے کے سب سے بڑے گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج میں ایک ناخنگوار واقعہ پیش آیا۔ گورنمنٹ گرلز کالج کوئی صوبے کی خواتین کا تاریخی تعلیمی ادارہ ہے جہاں سینکڑوں طالبات برسوں سے ایک اچھے ماحول میں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور کرتی رہی ہیں۔ موجودہ پرنسپل اپنی تعیناتی کے دن سے متازعہ بنی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ گرلز کالج میں صوبے بھر سے خصوصاً کوئی شہر سے بلوچ، پشتون، ہزارہ اور سیلر طالبات زیر تعلیم ہیں۔ میری معلومات کے مطابق سیکرٹری زراعت کی صاحزادی جو گرلز کالج میں لیکھر رہی ہے، انہوں نے پشتون سرکردہ لیڈر کی بیٹی سے کہا کہ تم بلوچ پشتون ایک ہو جاؤ اور اس معاملے میں پرنسپل کا ساتھ دو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا آغا عرفان صاحب! اب آپ اس قرارداد پر بات کریں۔

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: سر! یہ دو الفاظ ہیں۔ ایک منٹ۔ گز شستہ دنوں گرلز کالج کا ماحول متازعہ بنانے کے لئے پرنسپل اور انکی بہن نے ایک کلیدی کردار ادا کیا۔ ایسی متازعہ پرنسپل اور انکی بہن کا گرلز کالج میں اپنے عہدے پر رہنا اخلاقاً اور قانوناً ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ نفرت اور کشیدہ ماحوال میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ سر! اس جھگڑے کو آپ دیکھیں کیسے یہ انہوں نے کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی یہ ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: سر! اس کے الفاظ، ایک مخصوص کمیونٹی کی طالبات کے ساتھ پرنسپل کی بہن نے، اس کے گلے میں اُسکے دو پٹے کو پھندا بنا کر اُسے گھسیتا، یہ انتہائی شرمناک اقدام ہے، ایسی سزا میں تو تعلیمی اداروں میں کسی کو زیب نہیں دیتیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہو گیا۔ اس قرارداد پر اور کوئی بولنا چاہیں گے؟

ڈاکٹر آغا عرفان کریم: سر! ایک بات یہ بھی ریکارڈ پر ہے کہ جب کوئی ایک بیور و کریٹ اپنی تعیناتی کی جگہ سے جانا چاہتا ہے تو وہ خود کو متازعہ بناتا ہے۔ سر! اگر گرلز کالج کی پرنسپل کو اور انکی

بہن کو یہ ڈرامہ اس لئے رچانا ہے کہ وہ دوسرے صوبے جانا چاہتے ہیں تو اتنے بڑے ڈرامے کی کیا ضرورت تھی۔ صوبائی وزیر تعلیم ان کو باعزت طور پر رخصت کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سیکر: سوال یہ ہے کہ آیا اس قرارداد کو منظور کیا جائے؟ (قرارداد منظور ہوئی)
(مداخلت - شور)

جناب ڈپٹی سیکر: نہیں قرارداد پر پوائنٹ آف آرڈر پر بات بھی ہو گئی۔ نہیں بات سننی قرارداد نمبر ۵۵ شروع ہے نا۔ (مداخلت) چل رہی ہے اُسی پر آپ بات کریں۔ نہیں رائے لی جائے۔ (مداخلت) نہیں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہو گیا۔ بھئی آپ لکھ کے پڑھ رہے ہیں نا۔ (مداخلت) آپ ایک پلندہ پڑھ رہے ہیں لکھ کے پڑھ رہے ہیں، ہو گیا۔ (مداخلت) آغا عرفان صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بتا آپ تشریف رکھیں۔ مفسٹر فانس صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اس پر اگر کوئی بولنا چاہیں گے تو بولیں۔ آپ بولنا چاہیں گے۔

وزیر خزانہ: نہیں نہیں پورا ہے اُس کو چھوڑ دیں۔

جناب ڈپٹی سیکر: سیکرٹری اسمبلی آپ ہاؤس کی نشاندہی کریں۔

وزیر خزانہ: جناب سیکر! مہربانی آپ کی کہ آپ نے مجھے قرارداد نمبر ۵۵ پر بولنے کی اجازت دی۔ سیکر صاحب! آپ کو یاد ہو گا۔ سیکر صاحب کورم پورا ہے۔ کورم کی گھنٹیاں بجائی جائیں نا۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سیکر: آپ تشریف رکھیں۔ کیونکہ کورم پورا نہیں ہے۔ لہذا جلاس چار بجے سے پھر تک کیلئے متوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس دو پھر 2 بجکر 40 منٹ پر متوی ہوا)

(اجلاس کی کارروائی دوبارہ شام چار بجکر پچھیں منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سیکر سید مطیع اللہ آغا، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں دوبارہ منعقد ہوا)

جناب ڈپٹی سیکر: لسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قرارداد نمبر ۵۵ پیش ہوئی اس پر اگر کوئی بولنا چاہیں گے تو بات کریں۔ جی مفسٹر فانس! میں نے آپ کو فلور دیا آپ قرارداد نمبر ۵۵ پر بات کریں۔

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): پاکٹ آف آرڈر جناب سپیکر!
جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! جنہوں نے قرارداد پیش کی ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ لہذا اس قرارداد کو موخر کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ قرارداد پہلے پیش ہوئی ہے۔
وزیر مواصلات و تعمیرات: اچھا!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی منسٹر فناں صاحب۔

وزیر خزانہ: آپ کی بہت بہت مہربانی سپیکر صاحب! مشترکہ قرارداد نمبر ۵۵ میں جانب حاجی محمد خان طور صاحب انجینئر زمرک خان صاحب، جان علی چنگیزی صاحب اور محترمہ راحیلہ درانی صاحبہ جو ہمارے colleagues ہیں انہوں نے یہ قرارداد پیش کی ہے۔ سپیکر صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ بلوچستان تقریباً پاکستان کا نصف رقبہ ہے۔ اور میرے خیال میں بلوچستان میں غربت دوسرے صوبوں کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ سپیکر صاحب! اس دفعہ این ایف سی ایوارڈ میں غربت کا criteria بھی رکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے 63 سال میں صرف پاپولیشن کو بنیاد بنا�ا گیا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ رقبے کا، غربت کا اور پسمندگی ان ساروں کا criteria رکھا گیا ہے۔ سپیکر صاحب! بلوچستان ویسے بھی گزشتہ 63 سال سے وفاqi گورنمنٹ کے پچھلے ادوار میں جتنے حکمران گزرے ہیں اُنکی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہمارے بلوچستان کو پسمندہ رکھا گیا۔ اور جتنے بھی حکمران آئے ہیں انہوں نے بلوچستان کی پسمندگی کا اعتراف کیا ہے۔ اور حالیہ حکمرانوں نے بھی بلوچستان کے پچھلے ادوار میں اسکے ساتھ جو نا انسانیاں ہوئی ہیں، صوبے کو پسمندہ رکھا گیا ہے۔ بھی اسکا اعتراف کیا ہے۔ سپیکر صاحب! شاید بلوچستان کی قسمت میں یہ لکھا ہوگا۔ سپیکر صاحب! ہمیں تو کہنا نہیں چاہئے پھر بھی ہم بلوچستان جس کے مظلوم لوگوں نے ہمیں ووٹ دیکر اس اسمبلی میں بھیجا ہے۔ ہم تو اپنا حق ادا کریں گے۔ پچھلے سال جو وفاqi PSDP میں 42 بلین، جو بلوچستان کے پروجیکٹس تھے ان کے لئے رکھے گئے تھے۔ اور سپیکر صاحب! آپ کو بخوبی اس کا علم ہوگا اس میں 50% پر بھی implement نہیں ہوا۔ مگر ہماری صوبائی گورنمنٹ، ہمارے چیف منسٹرنے، ہمارے ممبرز جتنے بھی تھے، شاید ان میں سے کچھ یہاں بیٹھے بھی ہوئے، کئی مرتبہ ہم گئے اور

پرائم منظر سے کہا کہ پچھلے سال جو وفاقی PSDP میں جو پروجیکٹ بلوچستان کیلئے رکھے گئے تھے وہ ہماری غلطیوں سے نہیں جو آپ کے وفاتی پروجیکٹ جوان کو approve کرتے ہیں CDWP سال و فاتی PSDP میں اور جو موجودہ PSDP ہے اس کے لئے بھی ہمارے جو ممبر یہاں بیٹھے ہیں colleagues ہیں مگر ان پر implement نہیں ہو رہا۔ جناب سپیکر! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بلوچستان کی جو غربت ہے چالیس فیصد جو ہمارے آزادی ممبر نے کہا اس سے زائد ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بلوچستان develop نہیں ہوا۔ میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں سپیکر صاحب! جو پچھلا حوالہ دے رہا ہوں۔ وہ اس لئے ۔۔۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ قرارداد کی طرف آجائیں۔

وزیر خزانہ: جی ہاں سپیکر صاحب! آپ کو خود ہی معلوم ہے بلوچستان میں غربت انہائی زیادہ ہے جب ہم اپنے حلقوں میں جاتے ہیں interior میں جاتے ہیں تو وہاں کافی لوگوں کو نہ پانی ہے نہ انہیں کھانے کو چیز میسر ہے نہ ان کے لئے ہسپتال ہے سپیکر صاحب! جو ہماری موجودہ حکومت ہے اُس کی پالیسی یہی ہے کہ ہمارے بلوچستان سے غربت کو ختم کیا جائے۔ اس کے لئے ہم روڑ بنا رہے ہیں اس کے لئے واٹر سپلائی اسکیم دے رہے ہیں اس کے لئے ہم ہسپتال دے رہے ہیں جو ضروریات زندگی کی تمام چیزیں ہیں ہم اپنے چیف منظر کی سربراہی میں جوان کے بنیادی حقوق ہیں جو ابھی تک ان لوگوں کو نہیں دیتے گئے ہیں۔ ہماری کوشش ہے، ہماری ساری ٹیم کی یہی کوشش ہے، ہمارے چیف منظر کی یہی کوشش ہے کہ لوگوں کو سہولیات دیں اور جوزراعت کا ہمارے ممبروں نے حوالہ دیا ہے۔ زراعت ہماری معیشت میں ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔

جناب سپیکر! آپ کو پتہ ہو گا کہ بلوچستان میں لوگوں کی معیشت 80% زراعت پر مخصر ہے۔ اس کے لئے ہماری جتنی بھی کوششیں ہیں۔ جو ابھی کچھ عرصہ پہلے بھی گئے تھے۔ ہم نے واٹر اینڈ پاور کے منظر سے بات کی کہ ہمارے زمیندار بھائی بہت تکلیف میں ہیں اُن کو بجلی میسر نہیں ہے۔ چار گھنٹے یا آٹھ گھنٹے انہیں بجلی ملتی ہے ان کے باغات تباہ ہو رہے ہیں۔ پھر انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابھی ہم پندرہ گھنٹے الکٹرک دیں گے۔ سپیکر صاحب! ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہم بلوچستان میں غربت کا خاتمه کریں۔ اور موجودہ حکومت جوناواب محمد اسلم ریسنسی کی قیادت میں ہے، ان کی

ہماری ساری ٹیم کی خواہش ہے کہ بلوچستان میں غربت کا خاتمه ہو۔۔۔ (مداخلت)

وزیر مواصلات و تعمیرات: پاؤ نٹ آف آرڈر جناب ڈپٹی سپیکر صاحب!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی صادق صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: وزیر خزانہ صاحب جس طریقے سے جذباتی انداز میں جو قرارداد ہے اس پر بولیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بول رہے ہیں ابھی آگیا وہ قرارداد پر آ گیا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: ٹھیک ہے ناں اس قرارداد پر کبھی بھی نہیں آ رہا۔ قرارداد پر بولیں۔ یہ خود وزیر خزانہ ہیں ان کو تو صوبے کے لئے پلانگ کرنی چاہیے۔ تو یہ ہمیشہ آ مرانہ دوڑ حکومت میں اُس حکومت کا حصہ رہے ہیں۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: صادق عمرانی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آگیا وہ بتیں آگئیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: اُس دور میں، میں آپ کو بتاؤں جناب ڈپٹی سپیکر!۔۔۔ (مداخلت)

وزیر خزانہ: ہم لوگوں نے بلوچستان کے عوام کے مفاد میں ہی کام کیا ہے ہمیشہ ابھی بھی جب کر رہے ہیں بلوچستان کے عوام کے مفاد کے لئے کر رہے ہیں۔۔۔ (مداخلت - شور)

وزیر مواصلات و تعمیرات: کوئی بلوچستان کے مفاد میں نہیں کیا۔ آپ نے نہیں کیا، ہم آپ کے اس رویے پر بالکل بائیکاٹ کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی بلیدی صاحب!

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر جی ڈی اے وی سی ڈی اے): جناب ڈپٹی سپیکر! یہ جو قرارداد پیش ہوئی ہے میں اسکی حمایت کرتا ہوں۔ اور بلوچستان میں غربت کا ratio ۹۰ فیصد کے قریب ہے۔ اور ہمارے ہاں جو لوگوں کی زرعی آمدی ہے وہ زیادہ ترا یگریلکچر، مال مویشی، کان کنی اور فرشتہ پر محصر ہے۔ جناب ڈپٹی سپیکر! بلوچستان میں صرف کان کنی کے جو لیبرز ہیں ان کیلئے قانون سازی کی ہے، باقی ایگریلکچر، مال مویشی اور فرشتہ پر ابھی تک کوئی بھی قانون سازی قانون سازی نہیں ہوئی ہے۔ جناب ڈپٹی سپیکر! بلوچستان کی پسمندگی عرصہ دراز سے ہے اور ابھی بھی ہے۔ تو اس پر جناب ڈپٹی سپیکر! میں اسمبلی کے توسط سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جو وفاقی حکومت میں جیسے گیو صاحب نے فرمایا کچھ پراجیکٹس ہیں ایگریلکچر کے حوالے سے فرض کریں واٹر مینجنمنٹ کے تقریباً وفاقی گورنمنٹ نے منظور

بھی کے ہیں تو twenty five یا کوئی 50% کام بھی ہوا ہے جو ٹینکیاں اور نالے وغیرہ بنانے کیلئے۔ لیکن اس پر ابھی تک وہ کام نہیں ہو رہا ہے اور جسکی وجہ سے ہماری جو ایگریکلچر ہے اس کا بہت زیادہ نقصان ہو رہا ہے۔ دوسرا ہمارا جو ایک پراجیکٹ تھا حیوانات کے حوالے سے۔ کوئی ایک ارب روپے پچھلی گورنمنٹ نے بلوچستان کو ریلیز کر دیئے تھے جسکی وجہ سے مختلف لوگوں کو مال مویشیاں ملی تھیں۔ لیکن بعد میں جا کے یہ پراجیکٹ بھی انہوں نے روک لیا ہے۔۔۔ (مداخلت) وزیر مواصلات و تعمیرات: پرانٹ آف آرڈر جتاب پسیکر! جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: اچھا نہیں لگتا کہ پانچ آدمی بیٹھے ہوں اور ایک غیر قانونی اجلاس ہو۔ کورم ٹوٹ چکا ہے الہما یہ اچھا نہیں لگتا ہے کہ غیر قانونی چیزیں ہوں۔ جناب ڈپٹی سپیکر: جی آپ اپنی بات کریں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: سر! کورم ٹوٹ چکا ہے آپ کیسے اجلاس کر رہے ہیں۔ جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اسکی نشاندہی نہیں کر سکتے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جی۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس کی نشاندہی نہیں کر سکتے آپ منظر ہیں آپ تشریف رکھیں، جی آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

وزیر جی ڈی اے وی سی ڈی اے: جناب سپیکر! جو بھی ایگریکلچر، حیوانات اور فرشیز کیلئے پراجیکٹس تھے ان پر کام شروع کریں اور انکی فلاح و بہبود کیلئے مزید پراجیکٹس لے آئیں۔ تھیں کیونکہ یو جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا یہ قرارداد منظور کی جائے؟ (قرارداد منظور ہوئی) جی مولوی عبدالصمد آخوندزادہ صاحب اور مولوی محمد سرور موسیٰ خیل صاحب، صوبائی وزراء میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 56 پیش کریں۔

مشترکہ قرارداد نمبر 56

مولانا محمد سرور موسیٰ خیل (وزیر محنت و افرادی وقت): بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔ یہ کو وفاقی ہمیشہ سے وفاقی ملازمتوں میں صوبے کے مختلف کوٹھ اور مختلف بیرونی اور وفاقی اداروں میں داخلوں

میں صوبہ بلوچستان کے تحفظات کی تردید کرتا آ رہا ہے جسکی نفی اس حقیقت سے بخوبی کی جاسکتی ہے کہ حال ہی میں وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان نے ۲۰۰۳ء میں ورلڈ بینک اور ڈیپارٹمنٹ فار انٹریشنل ڈولپمنٹ کے تعاون سے ملک میں تعلیمی assistance نظام شروع کیا۔ اس پراجیکٹ میں اوپن میرٹ کی بنیاد پر پیشنا کو آرڈینیٹر بلوچستان سے منتخب ہوا۔ مذکورہ افسر کی کارکردگی کے اعتراض میں وفاقی وزارت تعلیم نے بلوچستان کے افسر کو سال ۲۰۰۹ء میں PHD کرنے کیلئے آسٹریلیا کیلئے منتخب کیا۔ اور وفاقی وزارت تعلیم کے توسط سے ملبورن یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کیا گیا۔ جس کے تمام اخراجات مذکورہ یونیورسٹی کو ورلڈ بینک نے ادا کر دیئے تھے۔ مذکورہ افسر کی روائگی سے ۷۲ گھنٹے قبل وفاقی مکمل تعلیم نے بغیر وجہات بتائے مذکورہ افسر کا ملبورن یونیورسٹی میں داخلہ منسون کر دیا۔ اس طرح داخلہ منسون کرنا صوبہ بلوچستان کے ساتھ سراسر زیادتی اور بد نیتی کی عکاسی کرتا ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ بلوچستان کے محنتی افسروں کا PHD کیلئے داخلے فوراً بحال اور انہیں یہودن ممالک فوری بھجنے کے اہتمام کو بھی یقینی بنایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قرارداد نمبر ۵۶ پیش ہوئی۔ کیا محکم اپنی قرارداد کی admissibility پر کچھ بولنا چاہیں گے؟

وزیر محنت و افرادی قوت: شکریہ جناب سپیکر! جناب سپیکر! اس قرارداد کے حوالے سے اسکی جو تفصیل تھی وہ تو قرارداد کی عبارت ہے، اس سے واضح ہے۔ یہ تو خیراً ایک افسر کا ذکر ہے، ہمیشہ اس صوبے کے جو بھی اہل افسران ہیں یا جو بھی میرٹ پر آئے ہیں یا جو حقدار ہیں انکو مرکزی حکومت نے اُس نظر سے نہیں دیکھا جس نظر سے اس کو دیکھا چاہیے تھا۔ ابھی اسوقت جناب سپیکر! اگر آپ اندازہ کریں تو مرکزی جو بھی ادارے ہیں ان میں بلوچستان کی نمائندگی zero کے برابر ہے، نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس وقت وفاقی سیکرٹری میرے حساب سے جو میں نے معلومات کی ہیں شاید کوئی ساٹھ یا ستر کے قریب ہیں۔ لیکن ان میں بلوچستان کا کوئی سیکرٹری نہیں ہے۔ تو ظاہر ہے جناب سپیکر! جو بھی پلانگ ہوتی ہے یا جو بھی منصوبہ بندی ہوتی ہے وہ اسلام آباد والے کرتے ہیں۔ اب منصوبہ بندی والے جو ادارے ہیں، جو صوبوں کیلئے ملک کیلئے ڈولپمنٹ کی اور دوسری ترقیاتی منصوبہ بندی کرتے ہیں اگر ان میں اس صوبے کا نمائندہ تک نہ ہو، سیکشن افسر سے لیکر

سکرٹری تک آپ کا کوئی بندہ نہ ہو۔ یا تو پشتو نخوا کے لوگ ہونگے یا تو پنجاب کے یاسنده کے لوگ ہونگے انکو بلوچستان سے جناب سپیکر! کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے ہر بندہ سب سے پہلے اپنے گھر کیلئے سوچتا ہے۔ اگر اس صوبے کے لوگ وہاں ہوں اور ان منصوبہ سازی میں شریک ہوں تو یقیناً وہ اپنے صوبے کیلئے، جس کے مسائل سے وہ واقف ہیں، وہ اس کیلئے سوچ سکتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف سے اگر میرٹ پر ایک کام ہو اور اس صوبے کا کوئی نمائندہ آئے تو اس کو بھی کسی بھی بہانے سے آگے جانے کی بجائے اس کو پچھے دھکیلا جاتا ہے۔ جس کی ایک واضح مثال اس قرارداد میں ہے۔ جناب سپیکر! اگر یہ ہاؤس چاہے تو ایک قرارداد پاس کرے اور اس بارے میں جو بھی اشیائیں ڈویژن ہے اسلام آباد۔ یا جو بھی ادارے ہیں ان سے اس قرارداد کے ذریعے سے کہا جائے کہ وہ اس صوبے کے سرکاری ملازمین کے حقوق ہیں انکو دیے جائیں۔ جناب سپیکر!

حالت یہ ہے کہ اب ہمارے ہاں کچھ لوگ جو اس صوبے کے ڈی میسائل اور لوکل ہیں یہاں حالات کی وجہ سے وہ اسلام آباد کا رُخ کر گئے۔ وہ وہاں کام کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن انہیں مختلف حیلے بہانوں سے اور انکے لئے مختلف مشکلات پیدا کی جاتی ہیں۔ اور ان کو اگر پوسٹنگ مل بھی جائے تو جناب سپیکر! میں نے ایسے افسر بھی وہاں دیکھے ہیں جو مجھے ملے ہیں جن بیچاروں کو وہاں دفتر تک نہیں ملتا گاڑی تک نہیں ملتی مکان تک نہیں دیا جاتا۔ وہ اگر جاتے بھی ہیں تو وہاں کے حالات دیکھ کر مجبور ہو کر واپس آ جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا یہ قرارداد منظور کی جائے؟

ڈاکٹر فوزیہ نذری مری (مشیر برائے وزیر اعلیٰ و ممبر پاکستان نرنسگ کونسل): جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی جی آپ بولیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ و ممبر پاکستان نرنسگ کونسل: شکر یہ جناب سپیکر! جناب سپیکر! قرارداد جو مولوی عبدالصمد اور مولوی سرور صاحب کی طرف سے پیش ہوئی، بلاشبہ یہ ایک بہت اہمیت کی حامل قرارداد ہے۔ جناب سپیکر! ہم بار بار ایک لفظ دہراتے ہیں کہ بلوچستان کے عوام کیسا تھے زیادتی ہو رہی ہے۔ یہ بات ہم صرف ہوا میں تیر نہیں چلاتے بلکہ اس بات کی ہمیشہ سے proof موجود رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ یہ ہوتا رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم چیختے رہے ہیں اور آج ہم اس دورا ہے پر آ کے کھڑے ہو گئے ہیں۔ جناب سپیکر! جو میرے knowledge میں ہے میں

وہ آپ کے سامنے پیش کروں گی۔ ہمارے بہت سارے ڈاکٹرز جب وہ گورنمنٹ job میں آتے ہیں تو ایک limited tenure job کا دورانیہ پورا کر لیتے ہیں تو اُسکے بعد اُنکے لئے ایسے packages باہر سے آتے ہیں وفاق میں ہوتے ہیں کہ جی اتنے time period کے بعد کہ یہ والا جو بھی ہے سرکاری نوکر ہے وہ deserve کرتا ہے اگر وہ اتنی opportunity اُسمیں ہے تو وہ able ہے کہ وہ apply کریں۔ ہم اس کو further PHD کیلئے M.Phil یا MCPS یا FCPS کیلئے ہم اسکو باہر بھیج دیں۔ لیکن بہت کم ایسا ہوا ہے کہ by chance کسی کا آگیا تو اسکو بھیج دیا۔ اکثر ویزٹر ایسا ہوا ہے کہ ہمارے بلوچستان کا جو کوئہ ہوتا ہے وہ لوگ پنجاب میں utilize کر لیتے ہیں۔ یہاں پھنک ہی نہیں لگتی کسی کو جی ہماری سیٹوں پر لا ہور کا بندہ چلا گیا کہ سیالکوٹ کا۔ جناب ڈپیکٹر! بات یہ ہے کہ ہم سب پاکستانی ہمیں یہ اعتراض نہیں کہ ہمارے وہ لوگ چلے گئے۔ نہیں وہ بھی جائیں لیکن وہ اپنے کو ٹے پر جائیں۔ ہمارا تو، اگر انکا چارکا کوڑہ ہوتا ہے ہمیں ایک ملتا ہے۔ وہ ایک بھی ہمارا وہ لے جاتے ہیں تو یہ تو ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔ اسی طرح نرنسگ کے حوالے سے بھی ہمارے نرنسگ کے شعبے میں، ابھی اتنا میں دکھ کے ساتھ ایک بات کہتی ہوں کہ چھ مہینے پہلے مجھے پہنچا کہ further studies کیلئے ان کا N.B.S کے بعد انگلی سٹڈیز کیلئے ان کو لندن کی یونیورسٹی میں چار سو ڈنٹ شاید انہوں نے ہمارے مانگے تھے، ہیاتھ ڈیپارٹمنٹ میں اور جس دن یہاں لیٹر پہنچا ہے تو last day next day اس کا day submission کی تھا۔ یعنی یہ تو اگر انہوں نے ہمیں دیا بھی تو اتنے end پر دیا کہ ہم وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ تو اس قرارداد کی بالکل ہم حمایت کرتے ہیں اور اپیل کرتے ہیں، اب تو نوبت اپیل کی آگئی، اسلام آباد سے اپیل کرتے ہیں کہ خدا کیلئے اس تغییری معیار میں تو ہماری مدد کریں ہمیں پیچھے نہ رکھیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپیٹر ڈپیکٹر: تھینک یو۔ جی صادق عمرانی صاحب!

میر محمد صادق عمرانی (وزیر مواصلات و تعمیرات): جناب ڈپیکٹر صاحب! یہ قرارداد نمبر ۵، بنیادی بات جناب ڈپیکٹر! بلوچستان کا سب سے بڑا مسئلہ جو میں سمجھ سکا ہوں یہاں پچھلے آمرانہ دولت حکومت میں جب اس ملک میں آمریت تھی، انہوں نے یہاں مصنوعی قیادت، مصنوعی لیدر شپ

پیدا کی۔ حقیقی لوگوں کو عوام کے نقش جو ووٹ ہوتا تھا اُس سے عوام کو محروم رکھنے کی کوشش کی گئی اور جسکی وجہ سے بعض ایسی قوتیں پچھلے ڈور میں آئیں جنہوں نے اس ملک کا، یہاں کے اداروں کا یہاں کے سسٹم کو یہاں کی روایات کو بلوچستان کے حق کو اور بلوچستان کے حقوق کو ہمیشہ انہوں نے پامال کیا۔ میں تاریخ بتاتا چلوں آپکو جناب! کہ بلوچستان میں آج تک جو ترقیاتی کام ہوئے یا جو کچھ آج ہو رہا ہے یہ پاکستان پیپلز پارٹی کا مرہون منت ہے۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو کا مرہون منت ہے جنہوں نے بلوچستان کو صوبے کی حیثیت دی۔ بلوچستان ہائی کورٹ دیا، بلوچستان یونیورسٹی دی، بولان میڈیکل کالج دیا۔ اور اسکے علاوہ اس ملک کو جو آئین دیا گیا تھا اس آئین کو بھی انہوں نے پامال کر کے رکھا اسیں بھی ترمیم کی۔ یہ کریڈیٹ بھی آج پاکستان پیپلز پارٹی کو جاتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی آج اس ملک میں کوئی تیس سال کے بعد اصل حالت میں ۱۹۷۳ء کے آئین کو بحال کیا جا رہا ہے۔ یہ کریڈیٹ بھی پاکستان پیپلز پارٹی کو جاتا ہے، بلوچستان کے اندر جو بھی ترقیاتی کام ہوئے، جو بھی اہم منصوبے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ہوئے۔ محترم وزیر خزانہ صاحب جس طریقے سے تقدیر کرتا رہا۔ میں بتاتا چلوں کہ پچھلے دور حکومت میں جب وہ خود اس حکومت کا ایک حصہ تھے، مجھے بتائیں جو بڑے بڑے میگا پروجیکٹ کے دعوے کیے جاتے تھے اس صوبے کیلئے، ان کا کوئی وجود ہے؟ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ آج عملی طور پر ہم لوگ یہاں

----(مداخلت)

وزیر خزانہ: وجود ہے ثبوت موجود ہیں۔۔۔۔-(مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ منظر فناس آپ تشریف رکھیں۔ جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: ٹھیک ہے میں آتا ہوں ان چیزوں پر بھی آتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں آپ قرارداد پر بات کریں صادق صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: تو جہاں تک یہ قرارداد کا سوال ہے جناب سپیکر! بالکل اس قرارداد کی میں نہ صرف حمایت کرتا ہوں بلکہ یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ بالکل بلوچستان کے عوام کے ساتھ یہاں بلکہ باہر سے پنجاب سے جب یہاں پوسٹنگ ہو کے آتے ہیں اس لئے آتے ہیں کہ یہاں کے کوئی پر باہر جا کے ٹریننگ کرتے ہیں وہ حتیٰ کہ PHD کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ پیسے بلوچستان گورنمنٹ کا خرچ ہوتا ہے، چند دنوں کے بعد پھر وہ واپس چلے جاتے ہیں۔ لہذا میں اس

قرارداد کی حمایت کرتا ہوں نہ صرف یہ کہ ہمارے صوبے کا بیرونی مالک میں پاکستان کے جن جن تعلیمی اداروں میں جو وظائف دیئے جاتے ہیں یا تعلیمی سہولتیں بلوچستان کو کوٹھ، بلوچستان کے عوام کو ملنا چاہیے۔ یہاں کے حقیقی لوگوں کو ملنا چاہیے جو جا کر وہاں تعلیم کی بنیادی حق حاصل کریں۔ تعلیم حاصل کر کے اپنے صوبے کی خدمت کریں۔ تھینک یوجناہ!

جناب ڈپٹی سپیکر: تھینک یوجی ظہور بلیدی صاحب!

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر جی ڈی اے و بی سی ڈی اے): جناب سپیکر! مشترکہ قرارداد مولا ناصرور صاحب اور مولوی عبدالصمد آخوندزادہ صاحب کی طرف سے پیش ہوئی ہے میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی ساتھ کہتا ہوں کہ بلوچستان میں کوئوں کے حوالے سے خواہ وہ افسروں کا کوٹھ ہو یا اسکارشپس ہوں، اندورنی یا بیرونی اسکارشپس ہوں، بلوچستان کے ساتھ ہمیشہ زیادتی ہوتی رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں بلوچستان یونیورسٹی میں تقریباً 153 یا اسی کے لگ بھگ اسکارشپس باہر کیلئے ہوئی ہیں۔ لیکن جو بلوچستان کی وسیع و عریض آبادی ہے جسمیں زیادہ تر کوئٹہ، ژوب، خضدار، تربت، جعفر آباد اور نصیر آباد، تو میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ وہاں کے لوگوں کو وہاں کے جو میرٹ پر آئے ہوئے ہیں انکو انہوں نے select کر کے باہر بھیج دیا ہو۔ یا اُسمیں آدھے یہاں کے بااثر لوگوں کے بچے ہونگے یا جو باہر سے آکے کسی اور طریقے سے گئے ہونگے۔ دوسری بات جناب سپیکر! یہاں کا پریزیڈنٹ شل پروگرام پچھلے ڈور سے چلتا آرہا ہے جو کوئٹھ ایجوکیشن کے under آتا ہے اُسمیں پاکستان کے جتنے بھی بڑے بڑے کالجز ہیں، لارنس کالج، ایچ ای سن، اے پی ایس ایبٹ آباد، برلن ہال، سب کالجوں میں بلوچستان کے غریب لوگوں کیلئے کوئٹھ مختص کئے ہوئے ہیں۔ لیکن میں خود چونکہ لارنس کالج میں پڑھتا رہا ہوں 1999ء سے لیکر 2000ء تک۔ میں خود ایسے لوگوں کو وہاں جانتا ہوں جو میرٹ پر نہیں آئے ہیں، وہ کسی اور ذراائع استعمال کر کے آئے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر یہ صورتحال رہی تو بلوچستان کے محروم لوگ، یہ نہیں کہ بلوچستان میں قابل لوگ نہیں ہیں، PCS اور CSS میں بلوچستان کے لوگوں نے ایسے ایسے نمبر لیے ہیں بلکہ اپنا ریکارڈ بنایا ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پاس گولڈ میڈلست لوگ بھی ہیں۔ لیکن ان کو باہر جانے کے لئے PHD کرنے کیلئے موقع فراہم نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں جتنے بھی اسکارشپس ہیں، خواہ وہ کوئٹھ ایجوکیشن میں ہوں، پریزیڈنٹ شل پروگرام

کی ہوں، خواہ وہ بلوچستان کی یونیورسٹیز میں ہوں، خواہ وہ بلوچستان کے افراد کے حوالے سے ہوں یا یہاں پر جو ایس اینڈ جی اے ڈی کا ہیومن ریسورس سسکیشن ہے، اسکے حوالے سے ہوں، تو ان میں ہماری اسمبلی کو اکنے لئے قانون سازی کرنی چاہیے اور بلوچستان اسمبلی میں کمیٹیز بنائے انکو وقتاً فو قتاً check کرنا چاہیے تاکہ میرٹ پر غریب لوگ وہاں جائیں اور جو انکی صلاحیتیں ہیں انکو بروئے کار لائیں اور صوبے کیلئے اچھی سروس دیں۔ اور ساتھ ہی میں اسکی حمایت کرتا ہوں۔

مہربانی تھیک یو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت و حرف): شکریہ جناب سپیکر! زیر بحث قرارداد جناب والا! جو مولوی عبدالصمد آخوندزادہ صاحب اور مولوی سرور صاحب نے پیش کی ہے یہ اسلئے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کا تعلق جناب والا! ہائی ایجکیشن سے ہے۔ اور جناب سپیکر! آپ کو بخوبی علم ہے کہ مرکزی لیوں ہائی ایجکیشن پہلے کوئی الگ سامنکہ نہیں تھا اس وقت پچھلی حکومت کے دور میں بلکہ شوکت عزیز صاحب کے یا جمالی صاحب کے بہرحال انکے دور میں ہائی ایجکیشن کو باقاعدہ وزارت تعلیم سے علیحدہ کر کے ایک علیحدہ حیثیت دی گئی۔ اور جناب والا! اسکے لئے باقاعدہ ایک علیحدہ محکمہ قائم کیا گیا۔ اس سے ہمیں کچھ امیدیں تھیں کہ اسکے حوالے سے جتنے موقع آئیں گے ہائی اسٹڈیز کے، جس میں اسکالر شپ پر PHD ہے یادوسرے کورسز ہیں، شارت کورسز ہیں لانگ ٹرمز کورسز ہیں۔ جناب! اس طرح کے بہت سارے پروگرامز آتے رہتے ہیں۔ ان میں بلوچستان کے نوجوان طبقے کو بلوچستان کے تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنی صلاحیتیں دکھانے کے یا مزید اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے موقع میں گے۔ لیکن جناب والا! انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس قرارداد میں جو اس وقت زیر بحث ہے اس میں ایک بلوچستانی افسر جو کہ یہاں وہ select بھی ہوا، جناب! اس کو آسٹریلیا کی یونیورسٹی میں داخلہ بھی ملا اور وہ بالکل تیار تھا وہاں جا کے تعلیم حاصل کرنے کے لئے لیکن 72 گھنٹے قبل اس کو یہ بتایا گیا کہ آپ کا داخلہ منسوخ ہو گیا ہے۔ جناب والا! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں اس ایوان کے توسط سے پہلے تو جناب! اس بات کی تحقیقات ہونی چاہیے آپ اس میں اپنی روونگ دیں کہ موجودہ افسر کو جو طالب علم کی حیثیت سے آسٹریلیا جا رہا تھا اور اس کا داخلہ بھی ہو گیا تھا سب کچھ مکمل تھا، 72 گھنٹے قبل ایسی کوئی قیامت آگئی

یا ایسی کوئی چیز مانع ہو گئی اس کے جانے میں اس کی جناب! وضاحت میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلی کے فلور پر جب آپ ان سے جواب مانگیں گے وہ آپ کو جواب دیں گے۔ تو یہ اسمبلی حق رکھتی ہے اس کو بتایا جائے کہ وہ کوئی وجوہات تھیں جن کی بنا پر ان کو جانے سے روکا گیا۔ دوسری جناب والا! یہ صرف ایک دن کا معاملہ یا ایک افسر کی حد تک نہیں ہے، یہ معاملہ جناب! اس طرح ہے کہ آئے دن ہائیر ایجوکیشن مختلف یونیورسٹیز میں، مختلف جگہوں پر، مختلف اداروں میں ہائی اسٹڈیز کیلئے سکالر شپ دیتا رہتا ہے جس میں ہماری بلوجستان یونیورسٹی بھی شامل ہے۔ بلوجستان یونیورسٹی جس طرح میر ظہور صاحب نے کہا کہ یہاں سوسے زائد لوگوں کو PHD کرنے کیلئے باہر کے ممالک میں بھیجا گیا ہے۔ اب جناب والا! اس کی بھی تحقیقات ہونی چاہیے کہ وہ سو لوگوں کے نام کیا ہیں؟ وہ کون لوگ ہیں جن کو بلوجستان کے کوئے پر باہر PHD کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے؟ اور جناب والا! یہ بھی بتایا جائے کہ طریقہ کار کیا ہے میرٹ کیا ہے؟ کس طرح سے اگر کوئی پڑھا لکھا نوجوان باہر جانا چاہے تو اس کو باہر جانے کے لئے کواليفائی کرنے کا معیار کیا ہے؟ کس معیار پر وہ پورا اُترے تو تب اس کو باہر بھیجا جا سکتا ہے اس کی بھی جناب! وضاحت ہونی چاہیے۔ یہ میں گزارش کر رہا ہوں کہ آپ اپنی رونگ میں بلوجستان یونیورسٹی سے اور ہائیر ایجوکیشن سے یہ چیزیں مانگیں۔ یہ اسمبلی یہ استحقاق رکھتی ہے اس کے علم میں یہ باتیں لائی جائیں۔ اور جناب والا! اسی طرح سے جو باقی ادارے ہیں جن میں ملازمتوں کا کوئہ ہے دوسری چیزیں ہیں ان کا بھی خیال رکھا جائے۔ اگر یہ ادارے تسلسل کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ پچھلے ادوار میں فرائض انجام دیتے رہتے تو جناب والا! اس وقت مرکزی حکومت کو بیس ہزار نوکریاں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلوجستان میں یہ بیس ہزار نوکریاں خود اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ جناب والا! پچھلے ادوار میں اسی طرح سے زیادتی ہوتی رہی ہے جس طرح کہ اس قرارداد میں زیادتیوں کا ذکر ہے۔ تو جناب والا! میں اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتا ہوں اور یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ ان سے کہیں گے کہ جناب والا! وہ اطلاع دیں یہ الگ بات ہے کہ شاید ہماری صوبائی اسمبلی کے افسران کہیں کہ جی یہ صوبائی گورنمنٹ کے دائرہ کار میں نہیں آتی ہے۔ لیکن جناب والا! اطلاع لینے کی حد تک بالکل ہمارے دائرہ کار میں آتی ہے مرکز میں میں اس کی مثال اس طرح سے دونگا کہ اگر وہاں کسی سینیٹ کا کسی ایم این اے کا استحقاق مجروح ہو جاتا ہے وہ اکثر صوبائی افسروں کی وجہ

سے یا ان میں وہ جو نام لیتے ہیں وہ صوبائی افسروں کے نام لیتے ہیں لیکن کیا ہمارے افسروں کو وہاں نہیں بلا یا جاتا وہاں اُن سے جواب طلبی نہیں ہوتی اُن کی سرزنش نہیں ہوتی۔ جناب والا! تو اسی کی میں مثال دے کے گزارش کروں گا یہ حق نہیں ہے بالکل ہمیں حق ہے اور میں اس پر جناب! آپ کی رولنگ چا ہونگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی حبیب حسni صاحب!

میر حبیب الرحمن محمد حسni (وزیری و اساو QGWSPL): جناب سپیکر! یہ مشترکہ قرارداد نمبر 56 مولوی عبدالصمد اور مولوی سرور صاحب کی طرف سے پیش ہوئی ہے میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ یہ ایک بہت ہی اہم قرارداد ہے، جس طرح اس میں کہا گیا ہے کہ ملبورن یونیورسٹی کے لئے بلوچستان سے ایک بندہ سلیکٹ ہوا اور 72 گھنٹے پہلے اس کو drop کیا گیا وہ یقیناً قابل مذمت ہے۔ اول تو بلوچستان میں لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ بلوچستان کے کوئے پر لوگوں کو کہیں بھی بھجوادیے جاتے ہیں۔ یہ پتہ نہیں کیسے ہوا ہے کہ ایک بندہ سلکٹ ہوا اور اسے 72 گھنٹے پہلے ڈریپ کر دیا گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے ساتھ، بلوچستان کے ملازمین کے ساتھ، بلوچستان کے عوام کے ساتھ یہ ایک امتیازی سلوک کا طریقہ روا رکھا گیا ہے صرف یہ ایک افسر نہیں ہے بلکہ ملازمتوں کے حوالے سے آپ دیکھیں کہ وفاقی حکومت میں، میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس حکومت میں بلکہ پچھلی حکومت میں اس سے پہلے جب بھی ہوا ہے یہ جو وفاقی حکومت کے کوئے میں ملازمتیں آتی ہیں ان میں یہاں کے لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا وہاں اسلام آباد میں لا ہور میں لوگوں نے ڈو میائل بنائے ہیں اور بلوچستان کے کوئے پر ملازمتیں حاصل کر رہے ہیں۔ بلوچستان کے کوئے پر وہ باہر پڑھنے جا رہے ہیں۔ بلوچستان کے کوئے پر جو سہولت ہے وہ ان کو مل رہی ہے۔ یہاں کے لوگ اس سے محروم ہیں۔ ابھی جبکہ اس حکومت نے آغاز حقوق بلوچستان پیکنچ پیش کیا ہے۔ تو اس میں مجھے پتہ نہیں کہ یہ شامل ہے کہ نہیں، یہ بھی اس میں شامل کرنا چاہیے تاکہ جو بھی ملازمتوں کے کوئے ہیں یا پڑھائی کے کوئے ہیں یا دوسرا کے کوئے ہیں بلوچستان کے وہ کم از کم یہاں بلوچستان اسمبلی میں یا بلوچستان حکومت کو باقاعدہ بھیجا جائے۔ اور یہاں کے اخباروں میں دیئے جائیں۔ یہاں کے اخباروں میں آتے ہی نہیں ہیں وہاں اسلام آباد کے اخباروں میں یہ آتے ہیں اور وہیں سے ॥if ہو جاتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد پر آپ ایک رولنگ

دیں بلکہ وفاقی گورنمنٹ کو سمجھوائیں کہ یہ جو نا انصافیاں ہو رہی ہیں ان کو ختم کیا جائے۔ اس کے علاوہ جناب ڈپٹی پریسکر! یہاں کوائزی ایجوکیشن کے حوالے سے بھی دوستوں نے بات کی۔ یہاں مختلف ڈسٹرکٹس سے لوگ سلیکٹ ہوتے ہیں اور پڑھنے کے لئے پاکستان کی مختلف یونیورسٹیز، کالج اور اسکولوں میں جاتے ہیں۔ تو جس طرح وہاں ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ بھی قبل مذمت ہے۔ بلوجستان کے بچے پڑھنے کے لئے باہر جانا چاہتے ہیں۔ ابھی پچھلے مہینے لاہور میں یا گجرات میں کئی شہروں میں جہاں مختلف یونیورسٹیز ہیں وہاں بلوج طلب کو نکالا گیا اور ان کو مارا پیٹا گیا اور اس طرح کے واقعات ہو رہے ہیں اس کو بھی اس میں شامل کیا جائے کہ جو یہاں سے جاتے ہیں ان کو چاہیے کہ ان کو پڑھائیں بلکہ ان کو سہولتیں دیں۔ اس طرح سے ان کو نکالنا ان کو بے دخل کرنا میں سمجھتا ہوں یہاں کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔ شکریہ جناب ڈپٹی پریسکر!

جناب ڈپٹی پریسکر: سیکرٹری اسمبلی! وفاقی سیکرٹری تعلیم سے وضاحت طلب کی جائے کہ آپ اسمبلی کو 72 گھنٹے کے اندر اندر convey کریں کہ آپ نے جن طالب علموں کو drop کیا ہوا ہے اس کی وضاحت فوری طور بلوجستان اسمبلی کو کریں۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب ڈپٹی پریسکر: سوال یہ ہے کہ آیا یہ قرارداد منظور کی جائے؟ (قرارداد منظور ہوئی) جی شاہ صاحب!

سید احسان شاہ (وزیر صنعت و حرفت): پوائنٹ آف آرڈر جناب ڈپٹی پریسکر!

جناب ڈپٹی پریسکر: جی جی۔

وزیر صنعت و حرفت: جناب ڈپٹی پریسکر! اب میرے خیال میں اسکے بعد کوئی کارروائی نہیں رہی۔ میں جناب کی توجہ ایک پوائنٹ آف آرڈر کی جانب دلوانا چاہتا ہوں۔ جناب! اس سے قبل پچھلے سیشن میں، پچھلے سیشن سے مراد اس ہاؤس کے پہلے والے سیشن میں میں نے جناب! ایک پوائنٹ آف آرڈر اور میر ظہور بلیدی صاحب اور بہت سارے دوستوں نے اس پوائنٹ آف آرڈر پر مادری زبانوں کے حوالے سے ٹوپی وی چینیوں کا ذکر کیا تھا کہ ان کی مدد کی جائے اور ان کو اشتہار دینے والی کمپنیوں کو پابند کیا جائے کہ وہ ان کی مالی مدد کریں۔ اور اپنی بزنس کو بڑھانے کی خاطر ان کے ساتھ تعاون کریں۔ تو جناب والا! میں اس پر جناب کی روائی چاہتا ہوں جس میں میر ظہور بلیدی صاحب نے، میں نے، ڈاکٹر فوزیہ صاحبہ اور دوسرے دوستوں نے مجھے نام یاد نہیں ہیں بہر حال

بہت سارے دوستوں نے اس پر بات کی تھی۔ ثناء اللہ زہری صاحب نے بھی تو اس پر جناب! میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سیکریٹری: آپ کے اس پوائنٹ پر جو آپ نے raise کیا پوائنٹ آف آرڈر پر ہم یہی رولنگ دیں گے کہ اس کو تحریری شکل میں ریکارڈ کا حصہ بنائیں تاکہ اسمبلی اس پر مزید کارروائی کر سکے۔

جناب ڈپٹی سیکریٹری: بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ جیسا کہ ہم سب کو علم ہے کہ بلوچستان صوبائی اسمبلی کا دوسرا پارلیمانی سال ۱۶ اپریل 2010ء کو مکمل ہو رہا ہے۔ آئین کے آرٹیکل (g) 127 کے تقاضوں کے تحت ہماری اسمبلی نے اپنے پانچ باقاعدہ اجلاسوں کے دوران آج مطلوبہ ۷۰ ایام مکمل کرنے کی بجائے ۱۲ اضافی دنوں کے ساتھ ۷۲ ایام پورے کیتے ہیں۔ جس میں ۱۳ بل منظور ہوئے کل ۵۶ سوالات نمٹا دیئے ہیں سرکاری اور غیر سرکاری ۲۰ قراردادیں پاس ہوئی ہیں۔ اس طرح پیش شدہ کل ۱۲ تھاریک التوا میں سے ۶ پر بحث ہوئی۔ اب سیکرٹری اسمبلی گورنر صاحب کا حکمنا مہ پڑھ کر سنائیں۔

سیکرٹری اسمبلی: اب میں جناب عزت مآب گورنر بلوچستان صاحب کا حکم نامہ پڑھ کر سناتا ہوں۔

ORDER

In exercise of the powers conferred on me by clause (b) of Article 109 of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan 1973, I Nawab Zulfiqar Ali Magsi , Governor Balochistan , hereby order that on conclusion of business , the session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Monday , the 5th April 2010 .

sd/

(**Nawab Zulfiqar Ali Magsi**)

Governor Balochistan

جناب ڈپٹی سیکریٹری: اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے متوجی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام پانچ بجکر دس منٹ پر غیر معینہ مدت کے لئے متوجہ ہو گیا)

